مارچ ۱۹۹۲ شمارہ ۱۸۴

Sawm-e-Ramzan
By Maulana Wahiduddin Khan

First published 1996
Reprint 2003

Al-Risala Books
1, Nizamuddin West Market, New Delhi-110013, Tel. 24 35 5454 Fax: 2435 7333

اسلام یہ ہے کہ آدمی خدا کی منع کی ہوئی چیزوں سے رک جائے
روزہ ہر سال یہی سبق دینے کے لیے فرض کیا گیا ہے

روزہ کا مطلب اللہ کے لیے خواہشوں پر روک لگانا ہے
خواہ روک لگانے کی فہرست کھانے پینے جیسی چیزوں تک پہنچ جائے

روزہ اس بات کی تربیت ہے کہ آدمی
ان چیزوں کو چھوڑ دے جن کو چھوڑنے کا اللہ نے حکم دیا ہے

مسلمان سے یہ مطلوب ہے کہ وہ ناجائز چیزوں سے ہمیشہ کے لیے روزہ رکھ لے
رمضان اسی قسم کی روزہ دارانہ زندگی کی ایک خصوصی تیاری ہے

روزہ اس بات کا سبق ہے کہ کبھی ایک جائز چیز بھی
ناجائز ہو جاتی ہے، اور ایک مطلوب چیز بھی غیر مطلوب بن جاتی ہے

اسلام پرہیزگاری کا نام ہے
اور روزہ اسی پرہیزگارانہ زندگی کا تربیتی کورس

روزہ بھوک پیاس کی سالانہ رسم نہیں
روزہ اخلاقی ڈسپلن کی سالانہ تربیت ہے

روزہ اپنے آپ کو قابو میں رکھنے کی مشق ہے
کھانے پینے میں بھی اور دوسرے معاملات میں بھی

ارکان اسلام

عن عبد اللہ بن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ بنی الاسلام علی خمسٍ شہادۃِ اَنْ لاالٰہ اِلّا اللہ و اَنَّ محمداً عبدُہ ورسولہ و اِقام الصلاۃِ وایتاءِ الزکاۃِ والحجّ وصومِ رمضانَ
(متفق علیہ)

حضرت عبد اللہ بن عمر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے۔ اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا اور حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔

اس حدیث کے مطابق، اسلام میں پانچ چیزیں ستون (pillars) کی حیثیت رکھتی ہیں۔ جس طرح عمارت کچھ ستونوں پر کھڑی ہوتی ہے، اسی طرح اسلامی زندگی پانچ ارکان پر قائم ہوتی ہے۔ یہ پانچ ارکان بظاہر پانچ شکلی چیزوں کے نام ہیں۔ یعنی کلمۂ ایمان کے الفاظ کو دہرانا۔ صلاۃ کے ڈھانچہ کو قائم کرنا، زکوٰۃ کی مقررہ رقم نکالنا، حج کے مراسم کو ادا کرنا، رمضان کے صوم کا اہتمام کرنا۔ مگر اس کا مطلب برائے شکل نہیں بلکہ شکل برائے اسپرٹ ہے۔ یعنی ان شکلی احکام کی ایک حقیقت ہے اور ان کی وہی ادائگی معتبر ہے جس میں اس کی حقیقت پائی جائے۔

اس دنیا میں ہر چیز کا معاملہ یہی ہے۔ مثلاً ٹیلیفون کو لیجئے۔ جیسا کہ معلوم ہے، ٹیلیفون کی ایک ظاہری صورت ہوتی ہے۔ مگر یہی ظاہری صورت وہ چیز نہیں ہے جو اصلاً ٹیلیفون سے مطلوب ہو۔ ٹیلیفون برائے ٹیلیفون مطلوب نہیں ہوتا بلکہ ٹیلیفون برائے رابطہ مطلوب ہوتا ہے۔ اگر آپ کہیں کہ میرے پاس ٹیلیفون ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوگا کہ ٹیلیفون کی صورت آپ کے پاس موجود ہے اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ٹیلیفون کی حقیقت آپ کے پاس موجود ہے۔ یعنی ایک ایسی مشین جس کے ذریعہ دنیا کے ہر حصہ سے ربط قائم کیا جا سکے۔ جس کے ذریعہ دور کے لوگوں سے گفتگو کی جا سکے۔

یہی معاملہ اسلام کے مذکورہ پانچ ارکان کا بھی ہے۔ یہ ارکان اسی وقت ارکان اسلام ہیں جب کہ ان کو اس طرح اختیار کیا جائے کہ ان کی شکل کے ساتھ ان کی معنوی روح بھی آدمی کے اندر پائی جارہی ہو روح کو جدا کرنے کے بعد شکل کا موجود ہونا ایسا ہی ہے جیسے اس کا موجود نہ ہونا۔

ایمان اسپرٹ ـــــــــ سب سے پہلا رکن ایمان ہے۔ اس کی ظاہری صورت کلمۂ اسلام کی زبان سے ادائگی ہے۔ اور اس کی معنوی اسپرٹ اعتراف ہے۔ اس کلمہ کے ذریعہ ایک انسان خدا کا اس کے تمام صفات کمال کے ساتھ اعتراف کرتا ہے۔ وہ محمد عربی کی اس حیثیت کا اعتراف کرتا ہے کہ خدا نے ان کو میرے لئے اور تمام انسانوں کے لئے ابدی رہنما بنایا۔ یہ حقیقت جس کے دل میں اتر جائے وہ اس کی پوری نفسیات میں شامل ہو جاتی ہے۔ ایسے آدمی کا سینہ سچائی کے اعتراف کے لئے کھل جاتا ہے۔ وہ ایک ایسا انسان بن جاتا ہے جس کے لئے کوئی بھی چیز کبھی حق کے اعتراف میں رکاوٹ نہ بن سکے۔

صلاۃ اسپرٹ ـــــــــ صلاۃ کی ظاہری صورت پنج وقتہ عبادت ہے اور اس کی معنوی اسپرٹ تواضع ہے۔ صلاۃ کا عمل کرنے والا آدمی اپنے رب کے آگے جھکتا ہے۔ اس طرح وہ اپنے اندر تواضع کی نفسیات پیدا کرتا ہے۔ جس آدمی کے اندر صلاۃ اسپرٹ پیدا ہو جائے وہ گھمنڈ اور انانیت جیسی چیزوں سے یکسر خالی ہو جائے گا۔ اس کا رویہ ہر معاملہ میں تواضع کا رویہ بن جائے گا نہ کہ فخر اور کبر کا رویہ۔

زکاۃ اسپرٹ ـــــــــ زکاۃ کی ظاہری صورت سالانہ ایک مخصوص رقم کی ادائگی ہے اور اس کی معنوی اسپرٹ خدمت ہے۔ جو آدمی زکاۃ کا عمل کرے اس کے اندر خلق کے لئے خدمت اور خیر خواہی کا عمومی جذبہ پیدا ہو جائے گا۔ وہ چاہے گا کہ وہ دنیا میں اس طرح رہے کہ وہ دوسروں کے لئے زیادہ سے زیادہ مفید بن سکے۔

حج اسپرٹ ـــــــــ حج اپنے ظاہر کے اعتبار سے سالانہ مراسم کی ادائگی ہے اور اس کی معنوی اسپرٹ اتحاد ہے۔ جو آدمی صحیح کیفیت کے ساتھ حج کے فرائض ادا کرلے اس کے اندر اختلافی نفسیات کا خاتمہ ہو جائے گا، وہ اتحاد و اتفاق کے مزاج کے ساتھ لوگوں کے درمیان رہنے لگے گا، حتی کہ اس وقت بھی جب کہ دوسروں کے ساتھ اس کا اختلاف پیش آگیا ہو۔

صوم اسپرٹ ـــــــــ صوم کی ظاہری صورت رمضان کے مہینہ کا روزہ ہے اور اس کی معنوی اسپرٹ صبر ہے۔ صوم کا مقصد یہ ہے کہ آدمی کے اندر صبر کی اسپرٹ پیدا ہو۔ جو آدمی صوم کا عامل ہو، اس کے اندر یہ عمومی مزاج پیدا ہو جائے گا کہ وہ ناخوش گوار باتوں کو برداشت

کرے ، وہ لوگوں کی قابل شکایت باتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے زندگی گزارے۔

جو لوگ اسلام کے ان پانچ ارکان کو محض ان کی شکل کے اعتبار سے اختیار کریں، وہ مخصوص شکل کی حد تک تو ان کو اپنائیں گے، مگر ان شکلوں کے باہر ان کی زندگی ان ارکان سے بالکل آزاد اور غیر متعلق ہوگی۔

مثلاً وہ کلمۂ ایمان کے الفاظ کو اپنی زبان سے دہرائیں گے، مگر ان مخصوص الفاظ کے باہر جب ان کے سامنے کوئی حق آئے گا تو وہ اس کا اعتراف نہ کرسکیں گے، کیوں کہ ان کی روح کلمہ کی اسپرٹ سے خالی ہے۔ وہ نماز کی شکل کو مسجد میں کھڑے ہوکر دہرائیں گے۔ مگر مسجد کے باہر جب لوگوں کے ساتھ ان کا سابقہ پیش آئے گا تو وہاں وہ تواضع کا انداز اختیار نہ کرسکیں گے، اور اس کی وجہ یہ ہوگی نماز کی جو اسپرٹ ہے وہ ان کے اندر موجود نہیں۔

اسی طرح وہ زکوٰۃ کے نام پر ایک رقم نکال کر کسی کو دیدیں گے۔ مگر اس کے بعد جب وہ لوگوں کے ساتھ معاملات کریں گے تو اس میں وہ خیر خواہی کا ثبوت نہ دے سکیں گے، کیوں کہ زکاۃ اسپرٹ سے ان کا سینہ خالی تھا۔ وہ اہتمام کے ساتھ حج کا سفر کریں گے اور اس کے مراسم ادا کرکے واپس آجائیں گے۔ مگر وہ اس کے لئے تیار نہ ہوں گے کہ لوگوں کی طرف سے پیش آنے والی شکایتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے ان کے ساتھ اتحاد و اتفاق کا معاملہ کریں۔ کیوں کہ انھوں نے حج کے باوجود حج اسپرٹ اپنے اندر پیدا نہیں کی۔ رمضان کا مہینہ آئے گا تو وہ موسمی عبادت کے طور پر ایک مہینہ کا روزہ رکھ لیں گے۔ مگر وہ صبر کے موقع پر صبر نہیں کریں گے۔ وہ ہر اشتعال پر مشتعل ہوکر لڑنے لگیں گے۔ اور اس کی وجہ یہ ہوگی کہ ظاہری طور پر انھوں نے روزہ توڑ رکھ لیا، مگر ان کے دل و دماغ میں روزہ کی اسپرٹ پیدا نہ ہوسکی۔

جو آدمی اسلام کے پانچ ارکان کو اختیار کرلے وہ مومن و مسلم ہوگیا۔ وہ اس کا مستحق ہوگیا کہ دنیا میں اس کو اللہ کی رحمت ملے اور آخرت میں اس کو جنت میں داخل کیا جائے۔ مگر اسلام کے پانچ ارکان اپنی شکل اور روح دونوں کے اعتبار سے مطلوب ہیں۔ ان کی ادائگی پر جن انعامات کا وعدہ ہے اس کا تعلق کامل ادائگی پر ہے نہ کہ ادھوری ادائگی پر۔

روزہ کا حکم

قرآن میں روزہ کا حکم سورہ البقرہ میں کسی قدر تفصیل کے ساتھ آیا ہے۔ یہاں قرآن کی ان آیتوں کا ترجمہ نقل کیا جاتا ہے :

اے ایمان والو، تم پر روزہ فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلے کی امتوں پر فرض کیا گیا تھا، تاکہ تم پرہیزگار بنو۔ گنتی کے چند دن۔ پھر تم میں سے جو شخص بیمار ہو یا سفر پر ہو تو وہ دوسرے دنوں میں تعداد پوری کرلے۔ اور جن کو طاقت ہے تو ایک روزہ کا بدلہ ایک مسکین کا کھانا ہے۔ جو کوئی مزید نیکی کرے تو وہ اس کے لیے بہتر ہے۔ اور تم روزہ رکھو تو یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے، اگر تم جانو۔

رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اتارا گیا، ہدایت ہے لوگوں کے لیے اور کھلی نشانیاں راستہ کی۔ اور حق و باطل کے درمیان فیصلہ کرنے والا۔ پس تم میں سے جو شخص اس مہینہ کو پائے وہ اس کے روزے رکھے۔ اور جو بیمار ہو یا سفر پر ہو تو دوسرے دنوں میں گنتی پوری کرلے۔ اللہ تمہارے لیے آسانی چاہتا ہے، وہ تمہارے ساتھ سختی کرنا نہیں چاہتا۔ اور اس لیے کہ تم گنتی پوری کرلو، اور اللہ کی بڑائی کرو اس پر کہ اس نے تم کو راہ بتائی، اور تاکہ تم اس کے شکرگزار بنو۔

اور جب میرے بندے تم سے میری بابت پوچھیں تو میں نزدیک ہوں، پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں۔ تو چاہیے کہ وہ میرا حکم مانیں۔ اور مجھ پر یقین رکھیں تاکہ وہ ہدایت پائیں۔

تمہارے لیے روزہ کی رات میں اپنی بیویوں کے پاس جانا جائز کیا گیا۔ وہ تمہارے لیے لباس ہیں۔ اور تم ان کے لیے لباس ہو۔ اللہ نے جانا کہ تم اپنے آپ سے خیانت کر رہے تھے، تو اس نے تم پر عنایت کی اور تم کو معاف کر دیا۔ تو اب تم ان سے ملو اور چاہو جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دیا ہے۔ اور کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ صبح کی سفید دھاری کالی دھاری سے الگ ظاہر ہو جائے۔ پھر پورا کرو روزہ رات تک۔ اور جب تم مسجد میں اعتکاف میں ہو تو بیویوں سے خلوت نہ کرو۔ یہ اللہ کی حدیں ہیں۔ تو ان کے نزدیک نہ جاؤ۔ اس طرح اللہ اپنی آیتیں لوگوں کے لیے بیان کرتا ہے تاکہ وہ بچیں (البقرہ ۱۸۷-۱۸۳)

یہ روزہ کا بنیادی حکم ہے۔ اس کی مزید تفصیل حدیث اور فقہ میں بتائی گئی ہے۔

حدیث کی کتابوں میں روزہ (صوم) کے ابواب کے تحت بہت سی حدیثیں جمع کی گئی ہیں۔ ان سے روزہ کی عبادت کے مختلف پہلو معلوم ہوتے ہیں۔

روایات میں آتا ہے کہ رمضان کا مہینہ آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے سامنے خطبہ دیا۔ اس خطبہ میں آپ نے رمضان کے مہینہ میں روزہ رکھنے کی فضیلت بتائی:

قال علی رضی اللہ عنه فقمت فقلت یا رسول اللہ، ما افضل الاعمال فی هذا الشهر فقال یا ابا الحسن، افضل الاعمال فی هذا الشهر الورع من محارم اللہ

علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں کھڑا ہوا اور میں نے کہا کہ اے خدا کے رسول، اس مہینہ میں سب سے بہتر عمل کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: اے ابوالحسن، اس مہینہ میں سب سے بہتر عمل ہے اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے بچنا۔

اس روایت سے روزہ کی اصل روح معلوم ہوتی ہے۔ روزہ کی اصل روح ان چیزوں سے اپنے آپ کو روکنا ہے جن سے رکنے کا خدا نے حکم دیا ہے۔ رمضان کے دنوں میں کھانے پینے جیسی چیزوں سے روزہ رکھنے کا حکم در اصل اسی کا عملی سبق ہے۔ کھانا پینا وہ آخری چیز ہے جس سے کسی آدمی کو روکا جائے۔ انسان کو آخری ضرورت سے روکنا اس کو شدید تر انداز میں یہ سبق دینا ہے کہ خدا نے جن چیزوں سے تمہیں روکا ہے ان سے لازماً تمہیں رکنا ہے، خواہ یہ رکنا تمہارے ذوق اور عادت کے لیے کتنا ہی سخت کیوں نہ ہو، خواہ اس کی فہرست تمہاری زندگی کی لازمی ضرورتوں تک کیوں نہ پہونچ جائے۔ ایک اور روایت کے الفاظ یہ ہیں:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: ما من عبد صائم یُشتم فیقول سلام علیکم لا اشتمك کما تشتمنی إلا قال الرب تبارك وتعالى: استجار عبدی بالصوم من شر عبدی فقد اجرته من النار۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بھی کسی روزہ دار کو گالی دی جائے اور وہ کہے کہ تم پر سلامتی ہو، میں تم کو گالی نہیں دوں گا جیسے تم نے مجھ کو گالی دی تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے ایک شخص کی برائی سے روزہ کی پناہ لی تو میں نے بھی اس کو آگ سے پناہ دیدی۔

روزہ کا مقصد یہ صلاحیت پیدا کرنا ہے کہ آدمی کی زندگی پابند زندگی ہو نہ کہ بے قید زندگی۔

روزہ کا بیان

روزہ کی عبادت کا ایک پہلو مسائل سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ مسائل عام طور پر لوگوں کو معلوم ہیں۔ ہر سال رمضان کے زمانہ میں تقریر و تحریر کے ذریعہ روزہ کے مسائل بتائے جاتے ہیں۔ اس لیے مسائل کا پہلو کافی تفصیل کے ساتھ لوگوں کے علم میں آتا رہتا ہے۔ اس وقت میں جو کچھ کہوں گا وہ زیادہ تر روزہ کی حقیقت کے بارہ میں ہوگا۔

قرآن میں روزہ کا باقاعدہ حکم سورہ البقرہ (رکوع ۲۲) میں دیا گیا ہے۔ اس حکم کا آغاز اس آیت سے ہوتا ہے کہ اے ایمان والو، تمہارے اوپر روزے لکھ دیے گئے جس طرح وہ پچھلی امتوں پر لکھے گئے تھے۔ تاکہ تم میں تقویٰ پیدا ہو (یا ایها الذین اٰمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ روزہ ہر دور میں شریعتِ خداوندی کا جزء رہا ہے۔ آج جب ایک شخص روزہ رکھتا ہے تو گویا کہ وہ ایک ایسے تاریخی تسلسل کا حصہ بن جاتا ہے جو ہر دور کے دین داروں میں جاری رہا ہے۔ اور آئندہ ہر دور میں جاری رہنے والا ہے۔ روزہ دار اپنے اندر یہ قلبی اطمینان محسوس کرتا ہے کہ میں وہ عمل کر رہا ہوں جو اللہ کے نیک اور مقبول بندوں نے ہر زمانہ میں کیا ہے۔ یہ احساس اس کو اس عالمی ربانی قافلہ میں شامل کر دیتا ہے جو نبیوں کی رہنمائی میں دنیا سے آخرت تک چلا جا رہا ہے۔

روزہ کا نظام قمری کیلنڈر کے اعتبار سے بنایا گیا ہے۔ شعبان کی آخری شام کو اگلے مہینہ کا چاند دیکھ کر روزہ رکھنے کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ اس طرح روزہ کی سرگرمیاں شعبان کے مہینہ کے آخر سے ہی شروع ہو جاتی ہیں۔ لوگ شعبان کی آخری تاریخ کا شمار کرنے لگتے ہیں تاکہ اس روز چاند دیکھ کر رمضان کی آمد کا فیصلہ کریں۔ چاند دیکھ کر روزہ رکھنا گویا روزہ سے پہلے آدمی کے اندر روزہ کی نفسیات برپا کرنا ہے۔

روزہ کا زمانہ ایک مکمل عمل کا زمانہ ہے۔ یہ خصوصی دینی سرگرمیوں کا دور ہے۔ اس دور کا آغاز ۲۹ شعبان کی شام سے شروع ہو جاتا ہے۔ شعبان کے مہینہ کی ۲۹ تاریخ کی شام آتے ہی اہلِ ایمان کی نظریں چاند دیکھنے کے لیے آسمان میں گڑ جاتی ہیں۔ ان کا شعور یہ جاننے کے لیے جاگ پڑتا ہے کہ کیا وہ گردشِ زمین کے اس مرحلہ میں داخل ہو گئے ہیں جب کہ ان کو اپنی زندگی کا نقشہ بالکل بدل دینا چاہیے۔

اب انھیں روزانہ یہ جاننے کے لیے فکرمند ہونا ہے کہ صبح ٹھیک ٹھیک کس وقت شروع ہوگی، اور سورج کتنے بج کر کتنے منٹ پر غروب ہوگا۔ کیوں کہ روزہ ان کے لیے اس بات کا اعلان بن کر آتا ہے کہ اب انھیں اپنی زندگی کے نظام میں اوقات کی نئی رعایت کرتے ہوئے چلنا ہے۔

دوسرے دنوں میں ایسا تھا کہ جب بھوک لگی تو کھانا کھا لیا، جب پیاس لگی تو پانی پی لیا۔ گویا بقیہ دنوں میں بھوک اور خواہش ان کی رہنما تھی، مگر اب اصول ان کی زندگی کا رہنما بن جاتا ہے۔ اب ان کو نہایت صحت کے ساتھ یہ جاننا پڑتا ہے کہ رات کو کتنے بج کر کتنے منٹ تک کھانا ہے۔ اس کے بعد کھانا پینا بالکل بند کر دینا ہے۔ اور پھر شام کو دوبارہ ٹھیک کتنے بجے کھانے پینے میں مشغول ہونا ہے۔

جو دن پہلے کسی احتیاط اور اندیشہ کے بغیر گزرتے تھے، اب اُنھیں دنوں کو اِس زندہ احساس کے ساتھ گزارنا پڑتا ہے کہ کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا ہے۔ کیا کھانا ہے اور کیا نہیں کھانا ہے۔ ایسا نہ کرو، ورنہ روزہ ٹوٹ جائے گا، ویسا نہ کرو ورنہ روزہ رکھ کر بھی تم بے روزہ ہو جاؤ گے۔

روزہ آدمی کے لیے ایک خصوصی تربیت گاہ میں داخلہ ہے۔ روزہ کے دنوں میں آدمی کے تمام اوقات اس مشق میں گزرتے ہیں کہ آدمی کی حد کیا ہے۔ وہ کہاں تک جا سکتا ہے اور کہاں تک نہیں جا سکتا۔ اس کو کس طرح رہنا چاہیے اور کس طرح نہیں رہنا چاہیے۔ روزہ کا مقصد یہ ہے کہ آدمی کے روزمرہ کے معمولات میں "کیا کر سکتے ہو، کیا نہیں کر سکتے" کا مسئلہ کھڑا کر کے اس کو تیار کیا جائے کہ اسی کو وہ اپنا مستقل مزاج بنا لے۔ یہ بااصول زندگی کی تربیت ہے اور اسی قسم کی بااصول زندگی مومن سے ساری عمر کے لیے مطلوب ہے۔

روزہ کا پہلا عمل یہ ہے کہ آدمی روزہ کی نیت کرے۔ حدیث میں آتا ہے کہ لا یصوم الا من اَجْمَعَ الصیام قبل الفجر (روزہ صرف وہ شخص رکھے جو فجر سے پہلے اس کا ارادہ کرے) مثلاً وہ کہے کہ میں نے کل کے دن روزہ رکھنے کی نیت کی (و بصوم غدٍ نویتُ)

اس سے معلوم ہوا کہ روزہ ایک ارادی عمل ہے نہ کہ محض ایک رسمی عمل۔ وہ شعور کے تحت انجام دیا جاتا ہے نہ کہ غفلت اور بے خبری کے تحت۔ یہی معاملہ پورے دین کا ہے۔ دین پورا کا پورا شعور سے تعلق رکھتا ہے۔ وہی شخص دین دار ہے جو دینی اعمال کو زندہ شعور کے تحت ادا کرتا ہو۔

پھر فجر سے پہلے آخری کھانا کھایا جاتا ہے جس کو سحری کہتے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ سحری کھاؤ، کیونکہ

سحری میں برکت ہے (تسحروا فإن فی السحور برکۃً) ایک صحابی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں مجھے سحری کے لیے بلایا تو فرمایا کہ آؤ، مبارک کھانا کھاؤ۔ ایک اور صحابی کہتے ہیں کہ رمضان میں فجر سے پہلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ سحری کھا رہے تھے، آپ نے فرمایا کہ سحری ایک برکت ہے جو اللہ نے تم کو دی ہے تو اس کو نہ چھوڑو (جامع الاصول)

فجر سے پہلے سحری کھانا اس بات کی یاد دہانی ہے کہ اللہ جب بظاہر کسی سخت کام کا حکم دیتا ہے تو اسی کے ساتھ اس کے لیے آسانی کا انتظام بھی فرما دیتا ہے۔ وہ روزہ کا حکم دیتا ہے تو اسی کے ساتھ سحری کی رخصت بھی دیتا ہے۔ وہ دعوت کی ذمہ داری ڈالتا ہے تو مدعو کے مقابلہ میں داعی کی حفاظت کی ذمہ داری بھی لے لیتا ہے۔ وہ بوقت جارحیت جہاد کی ترغیب دیتا ہے تو اسی کے ساتھ فرشتوں سے یہ بھی فرما دیتا ہے کہ مجاہدین کو خصوصی مدد پہنچا کر انھیں کامیاب کرو۔

اللہ کے حکم میں بظاہر سختی یا مشکل نظر آئے تو مومن کو توکل کا طریقہ اختیار کر کے اس کی طرف بڑھ جانا چاہیے۔ کیوں کہ اللہ صرف حکم نہیں دیتا بلکہ اپنے حکم کے تقاضوں کو بھی پورا کرتا ہے۔ وہ انسان کو آزمائش میں ڈالنے کے ساتھ اس کو سنبھالتا بھی ہے، وہ آزمائش کے وقت انسان کی نصرت کا انتظام بھی فرماتا ہے۔

سحری یا بالفاظ دیگر، اپنا آخری کھانا کھانے کے بعد، مومن اپنا دن شروع کرتا ہے۔ روزانہ جو کام وہ روزہ کے بغیر کرتا تھا، انھیں کاموں کو اب وہ روزہ دار بن کر انجام دیتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے ہر کام میں نئی نفسیات شامل ہو جاتی ہے۔ وہ نماز پڑھتا ہے، وہ قرآن کی تلاوت کرتا ہے۔ وہ اللہ کی یاد کرتا ہے۔ وہ لوگوں سے مختلف معاملات کرتا ہے۔ ہر کام ظاہر کے اعتبار سے حسب معمول ہوتا ہے۔ مگر اندرونی حالت کے اعتبار سے اب اس کا کام نئی کیفیات سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔ پہلے جو کام روٹین کے طور پر ہوتا تھا، اب وہ زندہ عمل کے طور پر ہونے لگتا ہے۔ پہلے جو کام بے کیف طریقہ سے ہوتا تھا، اب وہ کام کیفیت کے ساتھ ہونے لگتا ہے۔ روزہ اس کے معمول کے کام کو غیر معمولی کام بنا دیتا ہے۔

اس طرح وہ اپنے لمحات گزارتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ شام ہوتی ہے اور افطار کا وقت آجاتا ہے۔ اب وہ اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے کھانا اور پانی اپنے منہ میں ڈالتا ہے۔ جس اللہ کے حکم سے وہ اس سے پہلے کھانے اور پانی سے رکا تھا، اسی اللہ کے حکم سے اب وہ دوبارہ کھانے اور پانی سے اپنے آپ کو شادکام کرتا ہے۔

یہاں ان دعاؤں کا مطالعہ بہت مفید ہے جو روزہ کے سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔ روایات میں آتا ہے کہ روزہ پورا کرنے کے بعد شام کو جب آپ افطار فرماتے تو آپ کی زبان سے دعا کے کلمات نکلتے۔ اس سلسلہ میں حدیث کی کتابوں میں مختلف دعائیں نقل کی گئی ہیں۔ ان میں سے کچھ دعائیں یہ ہیں :

الحمدُ لله الذی اعاننی فصمتُ ورزقنی فافطرتُ۔

شکر اور تعریف اس اللہ کے لیے جس نے مدد کی تو میں نے روزہ رکھا اور اس نے رزق دیا تو میں نے افطار کیا۔

اللّٰھم لك صُمنا وعلیٰ رزقك افطرنا فتقبل منا انك انت السمیع العلیم۔

اے اللہ، ہم نے تیرے لیے روزہ رکھا اور تیرے دیے ہوئے رزق پر افطار کیا۔ تو ہم سے قبول فرما۔ بیشک تو سننے والا، جاننے والا ہے۔

اللّٰھم لك صمتُ وعلیٰ رزقك افطرتُ۔

اے اللہ، میں نے تیرے لیے روزہ رکھا اور میں نے تیرے رزق سے افطار کیا۔

الحمد لله ذھبَ الظمأ وابتلّتِ العُروق وثبتَ الاجر انشاء الله

شکر اور تعریف اللہ کے لیے ہے۔ پیاس بجھ گئی اور رگیں تر ہوگئیں اور اللہ نے چاہا تو اجر ثابت ہوگیا۔

دعا کے یہ الفاظ روزہ کی روح کو سمجھنے کے لیے نہایت کارآمد ہیں۔ یہ دعائیں دراصل ان کیفیات کا اظہار ہیں جو بندۂ مومن کے اندر روزہ رکھنے سے پیدا ہوتی ہیں۔ اللہ کا ایک بندہ اللہ کے لیے دن بھر بھوکا پیاسا رہتا ہے۔ پھر شام کو جب وہ کھانے اور پانی سے اپنے آپ کو شادکام کرتا ہے تو اس وقت اس کے قلب میں اپنے رب کے لیے جو کیفیات امنڈتی ہیں، وہ کیفیات اسی قسم کے لفظوں میں ڈھل جاتی ہیں جس کا ایک نمونہ ان دعاؤں میں نظر آتا ہے۔

جیسا کہ عرض کیا گیا قرآن میں روزہ کا حکم سورہ البقرہ رکوع ۲۳ میں ہے۔ قرآن کا یہ حصہ ۲ھ میں مدینہ میں اترا۔ اس سے پہلے مکہ میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب ہر مہینہ میں چند دن کا روزہ رکھتے تھے۔ مگر ایک مہینہ کے روزہ کی فرضیت کا باقاعدہ حکم مدینہ میں نازل ہوا۔ یہ تدریج کا طریقہ ہے اور یہ طریقہ اسلام کے تمام احکام میں ملحوظ رکھا گیا ہے۔

روزہ کے لیے عربی لفظ صوم ہے۔ صوم کے اصل معنی ہیں رکنا۔ صائم کا مطلب ہے رکنے والا۔ روزہ دار

یا صائم چونکہ روزہ کے دنوں میں کھانے پینے سے وقتی طور پر رک جاتا ہے۔ اس لیے اس کو صائم کہا جاتا ہے۔ اس اعتبار سے روزہ کے مہینہ کو پرہیز کا مہینہ کہا جاسکتا ہے۔

روایات میں آتا ہے کہ شعبان کے مہینہ کے آخر میں، جب کہ رمضان قریب آچکا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی مسجد نبوی میں خطبہ کے لیے کھڑے ہوئے۔ آپ نے رمضان کے مہینہ میں روزہ رکھنے کی فضیلت بیان کی۔ آپ نے فرمایا کہ اے لوگو، تمھارے اوپر ایک ایسے مبارک مہینہ نے سایہ کیا ہے جس کا پہلا حصہ رحمت ہے۔ اس کا درمیانی حصہ مغفرت ہے۔ اس کا آخری حصہ آگ سے نجات دلاتا ہے۔

یعنی رمضان کے مہینہ میں داخل ہونا ایسے مہینہ میں داخل ہونا ہے جس میں اللہ بندوں کے اوپر اپنی خصوصی رحمت نازل فرماتا ہے۔ اس مہینہ میں اللہ کی توفیق سے آدمی ایسے اعمال کرتا ہے جو اس کی مغفرت کا ذریعہ بننے والے ہوں۔ وہ اسی طرح اس مہینہ سے گزرتا رہتا ہے یہاں تک کہ جب وہ اُس کے آخر میں پہنچتا ہے تو وہ ایک ایسا انسان بن جاتا ہے جس کو آگ سے نجات دی جائے اور اس کو جنت میں داخل کیا جائے۔

روایات میں مزید بتایا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے بارہ میں اس قسم کا خطبہ دیا تو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے۔ انھوں نے آپ سے ایک سوال کیا۔ انھوں نے پوچھا کہ اے خدا کے رسول، اس مہینہ میں سب سے افضل عمل اور سب سے بہتر عمل کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس مہینہ میں سب سے بہتر عمل ہے۔ اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے بچنا (افضلُ الاعمال فی ھذا الشھر الورعُ من محارم اللّٰہ)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ روزہ یا صوم کی ایک شکل ہے، اور ایک اس کی اسپرٹ ہے۔ اس کو سمجھنے کے لیے صوم اسپرٹ کہا جاسکتا ہے۔ یہ صوم اسپرٹ یہ ہے کہ آدمی اپنے آپ کو ان چیزوں سے روکے جن سے رکنے کا اللہ نے حکم دیا ہے۔ وہ رمضان کے مہینہ کے صوم کو اپنے لیے سال بھر کا صوم بنالے۔

رمضان کے دنوں میں کھانے پینے جیسی چیزوں سے رکنا یا اُن کا روزہ رکھنا گویا اسی کا ایک عملی سبق ہے۔ وہ آدمی کے اندر اسی صوم اسپرٹ کو جگانے کی ایک تدبیر ہے۔ کھانا اور پینا آدمی کی ناگزیر ضرورتوں میں سے ہے۔ کھانا پینا وہ آخری چیز ہے جس سے کسی آدمی کو روکا جائے۔ ایسی حالت میں انسان کو اس کی آخری ضرورت سے روکنا گویا اس کو شدید تر انداز میں یہ سبق دینا ہے کہ اللہ نے تم کو جن چیزوں سے

روکا ہے، ان سے ہر حال میں تمہیں رکنا ہے، خواہ یہ رکنا تمہارے ذوق اور تمہاری عادت کے لیے کتنا ہی زیادہ سخت کیوں نہ ہو، خواہ ان ممنوعہ چیزوں کی فہرست تمہاری زندگی کی لازمی ضرورتوں تک کیوں نہ پہنچ جائے۔

اس طرح کی اور بہت سی حدیثیں ہیں جن سے روزہ کے بارہ میں اس چیز کی اہمیت معلوم ہوتی ہے جس کو میں صوم اسپرٹ کہہ رہا ہوں۔ مثلاً صحیح بخاری کی ایک روایت ہے۔ اس کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس آدمی نے روزہ رکھا۔ مگر روزہ رکھ کر اس نے جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا نہ چھوڑا تو اللہ کو اس کی حاجت نہیں کہ وہ اپنا کھانا اور اپنا پانی چھوڑ دے۔

یہ حدیث واضح طور پر بتاتی ہے کہ وہی روزہ روزہ ہے جس کے اندر روزہ کی روح یا صوم اسپرٹ پائی جائے۔ جس کے لیے کھانا اور پانی چھوڑنا تمام خدائی ممنوعات کو چھوڑنے کی علامت بن جائے۔ جس کا روزہ گویا اس بات کا اعلان ہو کہ میں اللہ کی خاطر ہر چیز چھوڑ دوں گا، حتی کہ ضرورت ہو تو کھانا اور پانی بھی۔ کیونکہ جب آخری چیز کی بابت بول دیا جائے تو بقیہ چیزیں اپنے آپ اس میں شامل ہو جاتی ہیں۔

جس حدیث کا ابھی میں نے ذکر کیا، اس کے مطابق، اُسی روزہ دار کے روزہ کی قیمت ہے جو جھوٹ اور دوسری باتوں کو خدا کے منع کرنے کی بنا پر چھوڑ دے جس طرح وہ خدا کے منع کرنے کی بنا پر رمضان میں کھانا اور پانی چھوڑتا ہے۔ جو شخص روزہ کی عبادت اس طرح کرے کہ وہ جھوٹ بولے، وہ جھوٹی باتوں پر عمل کرتا ہو، تو اس کا روزہ صوم اسپرٹ سے خالی ہے، اور صوم اسپرٹ کے بغیر کسی کا روزہ اللہ کے یہاں قبول نہیں۔

جھوٹ کی ایک صورت یہ ہے کہ آدمی خود خلاف واقعہ بات کہے۔ وہ ایسی بات اپنے منہ سے نکالے جس کے متعلق اس کو معلوم ہو کہ وہ درست نہیں ہے۔ مگر حدیث میں جھوٹ کی اور بھی قسمیں بتائی گئی ہیں۔ مثلاً ایک حدیث کے مطابق، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ جو کچھ سنے اس کو بیان کرنے لگے۔ گویا دوسروں سے کوئی بات سننا اور اس کو تحقیق کے بغیر دہرانے لگنا بھی جھوٹ میں شامل ہے۔ جو آدمی چاہتا ہو کہ وہ اللہ کے یہاں روزہ دار کی حیثیت سے لکھا جائے، اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ جھوٹ کی تمام قسموں سے اپنے آپ کو دور رکھے۔

روزہ کا عمل اگر صوم اسپرٹ کے ساتھ کیا جائے تو وہ آدمی کے اندر ایسا مزاج پیدا کرتا ہے کہ

وہ خود اپنے اندرونی تقاضے کے تحت برائی سے رکنے والا بن جاتا ہے۔ یہی بات ایک حدیث میں اس طرح بتائی گئی ہے کہ جب بھی کسی روزہ رکھے ہوئے آدمی کو گالی دی جائے اور روزہ دار اس کے جواب میں غصہ ہونے کے بجائے یہ کہے کہ تم پر سلامتی ہو (سلامٌ علیکم) وہ کہے کہ تم نے اگر مجھ کو گالی دی ہے تو میں ایسا نہیں کروں گا کہ میں بھی تم کو گالی دینے لگوں۔ جو آدمی ایسا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے ایک شخص کی برائی کے مقابلہ میں روزہ کی پناہ لی تو میں نے بھی اپنے اس بندے کو آگ سے پناہ دے دی۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ روزہ آدمی کو منفی نفسیات سے بچاتا ہے اور اس کے اندر مثبت نفسیات کی پرورش کرتا ہے۔ روزہ آدمی کے اندر یہ صلاحیت پیدا کرتا ہے کہ وہ اشتعال انگیزی پر مشتعل نہ ہو۔ دوسروں سے برائی کا تجربہ ہو تب بھی وہ ان کے ساتھ بھلائی کرے۔ کوئی شخص اسے گالی دے تب بھی وہ اس کے ساتھ شفقت کا سلوک کرے۔ روزہ آدمی کے اندر یہ جذبہ ابھارتا ہے کہ وہ اپنے دشمن کو دعائیں دے۔ جو لوگ اس کے ساتھ برائی کریں ان کے حق میں وہ اپنے رب سے بہتری کی درخواست کرے۔

روزہ دنیا میں برائیوں کے مقابلہ میں ڈھال ہے۔ اور آخرت میں وہ جہنم کے مقابلہ میں آدمی کی ڈھال بن جائے گا۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ روزہ صرف کھانا اور پینا چھوڑنے کا نام نہیں ہے۔ روزہ دراصل یہ ہے کہ آدمی لغو اور بے ہودہ بات کو چھوڑ دے (لیس الصیام من الاکل والشرب انما الصیام من اللغو والرفث)

ایک شخص اگر بظاہر روزہ رکھے اور اسی کے ساتھ وہ جھوٹ بولے، گالی دے، غیبت کرے۔ بدخواہی کرے۔ کسی کو بے عزت کرنے والے کلمات بولے، تو اس قسم کے اعمال میں مبتلا شخص سچا روزہ دار نہیں ہے۔ اس قسم کا روزہ حدیث کے الفاظ میں، ایسا ہی ہے جیسے کسی آدمی نے خدا کی جائز کی ہوئی چیز سے روزہ رکھا اور پھر خدا کی حرام کی ہوئی چیز سے اس نے افطار کر لیا۔

اسی نوعیت کی ایک حدیث وہ ہے جس کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔ اس کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ ڈھال ہے۔ پس جب تم میں سے کسی شخص کے روزہ کا دن ہو تو وہ نہ فحش کلامی کرے اور نہ شور کرے۔ اور اگر کوئی آدمی اس کو برا کہے یا اس سے لڑائی

کرے تو اس کو چاہیے کہ وہ کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں، میں روزہ دار ہوں۔

یہی وہ چیز ہے جس کو ہم نے صوم اسپرٹ کہا ہے۔ موجودہ دنیا میں مومن کا رویہ ردعمل کا رویہ نہیں ہوتا۔ مومن کے لیے درست نہیں کہ کوئی شخص اس کو غصہ دلائے تو وہ غصہ میں آکر اس سے لڑنے لگے۔ مومن کو اپنی زبان یا اپنے رویہ سے یہ بتانا چاہیے کہ میں تم سے مختلف آدمی ہوں۔ میں ایک روزہ دار آدمی ہوں۔ میں نے اپنے آپ کو خدا کی مرضی کا پابند بنا رکھا ہے۔ میں تمہاری طرح بے قید نہیں ہوں کہ جو چاہوں کرنے لگوں۔

روزہ گویا خواہشات پر روک لگانے کی مشق ہے۔ رمضان کے مہینہ میں اس کی مشق اس آخری حد پر کرائی جاتی ہے کہ آدمی کو کھانا اور پانی جیسی ضروری چیزوں کے استعمال سے بھی روک دیا جاتا ہے۔ کھانا پینا انسان کے لیے بالکل جائز ہے۔ مگر روزہ کے دنوں میں اس ضروری چیز پر بھی پابندی لگادی جاتی ہے، تاکہ آدمی کو موجودہ دنیا میں جو پابند زندگی گزارنا ہے، اس کا احساس اس کو آخری حد تک کرایا جاسکے۔

رمضان کے مہینہ میں جو اعمال کیے جاتے ہیں ان میں سے ایک عمل تراویح ہے۔ یعنی عشاء کی نماز کے بعد جماعت کے ساتھ کچھ اور نمازیں ادا کرنا۔ تراویح دراصل تہجد ہے۔ عام لوگوں کی سہولت کی بنا پر اس کا وقت کچھ پہلے مقرر کر دیا گیا ہے۔

تہجد کو قرآن میں نافلہ (بنی اسرائیل ۷۹) کہا گیا ہے۔ نافلہ کے معنی زائد یا مزید کے ہوتے ہیں۔ گویا تہجد (یا تراویح) عبادتِ مزید ہے۔ جب کوئی شخص کسی کے بارہ میں بہت اعلیٰ جذبات پا رہا ہو تو وہ اس کے لیے ضروری فرائض سے زیادہ کچھ کرنا چاہتا ہے۔ بندے کے اندر یہی احساس اپنے رب کے بارہ میں اور بھی زیادہ شدت کے ساتھ ہوتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ مقررہ عبادت کے ساتھ کچھ مزید عبادت ادا کرے۔

اہل ایمان کے اوپر پانچ وقت کی نماز فرض کی گئی ہے۔ مگر ایک سچا مومن عین اپنے فطری تقاضے کے تحت چاہتا ہے کہ وہ اپنے رب کی کچھ اور بھی عبادت کرے۔ اسی عبادتِ مزید کی ایک شکل تہجد ہے۔ رات کی اس نماز کو جب موخر کر کے پڑھا جائے تو اس کو تہجد کہا جاتا ہے۔ اور رات کی اس نماز کو جب مقدم کر کے پڑھیں تو اسی کا نام تراویح ہے۔

تراویح کے ذریعہ گویا اجتماعی نظم کے تحت مسلمانوں کو یہ سبق دیا جاتا ہے کہ تم کو عبادت مفروضہ

کے ساتھ عبادتِ مزید بھی ادا کرنا ہے۔ جس آدمی کے اندر اپنے رب کے لیے عبادتِ مزید کا جذبہ نہ پایا جائے، اس کو گویا ابھی تک عبادتِ الٰہی کا ذائقہ نہیں ملا۔

رمضان کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس مہینہ میں لیلۃ القدر (شبِ قدر) ہوتی ہے۔ لیلۃ القدر کے معنی ہیں فیصلہ کی رات۔ سال میں ایک خاص رات ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے سالانہ فیصلے کیے جاتے ہیں۔ یہ رات رمضان کے آخری عشرہ میں آتی ہے۔ اس رات کی اتنی اہمیت ہے کہ اس کو ہزار مہینوں سے بہتر بتایا گیا ہے۔

غالباً اس رات کو بہت زیادہ فرشتے اترتے ہیں۔ یہاں تک کہ زمین پر فرشتوں کی کثرت ہو جاتی ہے۔ اسی بنا پر اس رات کو زمین پر مخصوص روحانی ماحول پیدا ہو جاتا ہے۔ جن لوگوں کے اندر روحانی تاثر پذیری کا مادہ ہو، وہ اس سے متاثر ہوتے ہیں۔ اس تاثر کی بنا پر ان کے قول وعمل میں غیر معمولی ربانی کیفیات پیدا ہو جاتی ہیں۔ اس اضافہ شدہ کیفیت کی بنا پر اس رات میں ان کے عمل کی قدر و قیمت بہت بڑھ جاتی ہے۔

حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اگر میں لیلۃ القدر کو پاؤں تو میں کس طرح دعا کروں۔ آپ نے فرمایا کہ اس طرح کہو: اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّی (اے اللہ، تو معاف کرنے والا ہے اور معافی کو پسند کرتا ہے، تو مجھے معاف فرما)

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے مانگنے کی سب سے بڑی چیز کیا ہے۔ اللہ سے مانگنے کی سب سے بڑی چیز معافی ہے۔ معافی وہ چیز ہے جو آدمی کے لیے سب سے بڑی سعادت کا دروازہ کھولتی ہے۔ وہ آدمی کو ابدی جنت میں پہنچانے والی ہے۔ پھر سب سے بہتر وقت میں سب سے بہتر مانگنے کی چیز معافی کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے۔

رمضان کے مہینہ کا ایک عبادتی عمل وہ ہے جس کو اعتکاف کہا جاتا ہے۔ یعنی مہینہ کے آخر میں دس دن یا اس سے کم یا زیادہ مدت کے لیے مسجد میں بیٹھنا۔ یہ اعتکاف رمضان کے عام اعمال سے الگ کوئی چیز نہیں ہے۔ یہ رمضان کے عام اعمال ہی کی زیادہ مرتکز صورت ہے۔ رمضان کے دن اور رات میں ایک روزہ دار جو کچھ کرتا ہے، اسی کو مزید یکسوئی اور اہتمام کے ساتھ کرنے کے لیے وہ اپنے ماحول سے الگ ہو کر چند دنوں کے لیے مسجد میں بیٹھ جاتا ہے۔

اعتکاف کے دوران آدمی قرآن پڑھتا ہے۔ وہ نفل نمازیں ادا کرتا ہے۔ وہ اللہ کی یاد کرتا ہے۔ وہ زیادہ سے زیادہ اللہ کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ ان مشغولیتوں کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے روزوں میں مزید زندگی پیدا ہوتی ہے۔ جب وہ اعتکاف سے نکلتا ہے تو وہ ایک نئی ربانی شخصیت لے کر نکلتا ہے، ایسی شخصیت جس کے اثرات مہینوں تک بھی ختم نہ ہوں، جو مسجد کے باہر کی دنیا میں بھی اسی طرح برائیوں سے الگ رہے جس طرح وہ اعتکاف کے دوران اپنے ماحول سے الگ ہوگیا تھا۔ وہ اپنی پوری زندگی میں برائیوں سے علٰحدہ رہنے والا انسان بن جائے۔

روزہ کا مہینہ ختم ہونے کے بعد اگلا دن عید کا ہوتا ہے۔ عید کے دن مسلمان دو رکعت خصوصی نماز ادا کرتے ہیں۔ نئے کپڑے پہنتے ہیں۔ آزادانہ طور پر کھاتے پیتے ہیں۔ دوستوں اور رشتہ داروں سے ملاقاتیں کرتے ہیں۔ روزہ کے دن اگر پابندی کے دن تھے۔ تو عید کا دن مسلمان کے لیے آزادی کا دن ہوتا ہے۔

یہ علامتی طور پر دو حالتوں کا تجربہ ہے۔ ایک، دنیا کی حالت۔ اور دوسری، آخرت کی حالت۔ دنیا مومن کے لیے پابندی کا دور ہے اور آخرت مومن کے لیے آزادی کا دور۔ رمضان کے مہینہ میں اس کو یہ سبق دیا جاتا ہے کہ موجودہ دنیا میں اس کو کس طرح زندگی گزارنا ہے۔ عید کے دن جزئی طور پر اس کو یہ تجربہ کرایا جاتا ہے کہ اگلی دنیا میں اس کو کس قسم کی زندگی حاصل ہوگی۔ روزہ عمل کے دور کی علامت ہے اور عید انعام کے دور کی علامت۔

رمضان کا مہینہ

بخاری اور مسلم نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دئے جاتے ہیں اور شیطانوں کو باندھ دیا جاتا ہے۔ یہی بات ترمذی اور ابن ماجہ میں اس طرح آئی ہے کہ جب رمضان کے مہینہ کی پہلی رات آتی ہے تو شیطانوں کو قید کر دیا جاتا ہے اور آگ کے دروازوں کو بند کر دیا جاتا ہے، پس اس کا کوئی دروازہ کھلا نہیں رہتا۔ اور جنت کے دروازوں کو کھول دیا جاتا ہے، پس اس کا کوئی دروازہ بند نہیں رہتا۔ اور پکارنے والا پکارتا ہے کہ اے خیر کو چاہنے والے آگے آ، اور اے شر کو چاہنے والے رک جا۔ اور اللہ لوگوں کو آگ سے آزاد کرتا ہے۔ اور ایسا ہی ہر رات کو ہوتا ہے۔

شیطان کا باندھا جانا فرد کی نسبت سے ہے نہ کہ عمومی طور پر تمام لوگوں کی نسبت سے۔ یعنی اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دنیا بھر کے تمام شیطان ایک مہینہ کے لئے مکمل طور پر باندھ دئے جاتے ہیں۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ رمضان کے مہینہ میں شیاطین اس فرد کی نسبت سے بندھ جاتے ہیں جو صحیح معنوں میں روزہ دار ہو۔ جو تمام آداب و شرائط کے ساتھ روزہ کا اہتمام کرے۔ رمضان کے مہینہ میں ایسے روزہ دار شخص کے اوپر شیطان غیر موثر ہو جاتا ہے۔

اس حدیث میں بظاہر "صوم" کی بات کہی گئی ہے، مگر دراصل وہ "صائم" کی بات ہے۔ اس میں اس انسان کا ذکر ہے جو روزہ سے یہ فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ جو، حدیث کے الفاظ میں، روزہ کو اپنے لئے ڈھال بنالے۔

جب رمضان کا مہینہ آتا ہے اور ایک بندۂ مومن اللہ کی خاطر اس کے روزے رکھتا ہے تو اس کو تقویٰ کا تجربہ ہوتا ہے۔ اس عمل کے دوران اس کے اندر اعلیٰ قسم کی ربانی کیفیات ابھرتی ہیں جو آدمی کو ان فائدوں کا مستحق بنا دیتی ہیں جس کا ذکر حدیث میں کیا گیا ہے۔

قرآن میں کہا گیا ہے کہ اے ایمان والو، تمہارے اوپر رمضان کا روزہ فرض کیا گیا جس طرح پچھلی امتوں پر فرض کیا گیا تھا، تاکہ تم میں تقویٰ پیدا ہو (البقرہ ۱۸۳)

تقوی دینی حساسیت کا دوسرا نام ہے۔ اس اعتبار سے روزہ کا مقصد یہ ہے کہ آدمی کے اندر دینی احساس کو بیدار کیا جائے۔ اس کو بے حس انسان کے بجائے ایک حساس انسان بنا دیا جائے۔ ہر آدمی کی فطرت میں ایک ربّانی انسان موجود ہے۔ روزہ اس لیے ہے کہ وہ آدمی کے اندر چھپے ہوئے اس ربّانی انسان کو جگا دے۔

رمضان کا مہینہ ہر سال اس لیے آتا ہے کہ آدمی کو روزہ کے تجربات سے گذار کر اس کے اندر تعلق باللہ کی کیفیت کو زندہ کیا جائے۔ یہاں تک کہ کوئی بندۂ مومن اپنے رب کو یاد کرکے کہہ اٹھے کہ خدایا، تو شیطان کو اس سے روک دے کہ وہ مجھے گمراہ کرے۔ خدایا، تو میرے لیے جنّت کے دروازے کھول دے۔ اور اس کا کوئی دروازہ میرے اوپر بند نہ رکھ۔ اور تو میرے اوپر جہنّم کے دروازے بند کردے، اور اس کا کوئی دروازہ میرے لیے کھلا نہ رکھ۔ جس شخص کا روزہ اس کے لیے اس پکار میں ڈھل جائے، وہی وہ شخص ہے جس کے حق میں مذکورہ حدیث کے الفاظ پورے ہوں گے۔

روزہ گویا ایک سالانہ موقع ہے جب کہ آدمی شیطان کو باندھ کر اس کو اپنے سے دور کر سکتا ہے۔ حدیث میں بظاہر یہ الفاظ ہیں کہ روزہ کے مہینہ میں شیطان کو قید کر دیا جاتا ہے۔ مگر اس کا مطلب یہ ہے کہ جس آدمی کا روزہ اس کے اندر یہ تڑپ پیدا کرے کہ وہ خدا سے اس بات کا طالب بن جائے کہ شیطان کو اس کے اوپر اثر انداز ہونے سے روک دیا جائے، تو خدا اس کو وہی چیز دے دیتا ہے جس کی طلب اس کی نفسیات میں ابھری تھی۔

اسی طرح حدیث میں بظاہر یہ کہا گیا ہے کہ روزہ کے مہینہ میں جنّت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور جہنّم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ مگر اس کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص کا روزہ اس کے اندر یہ احساس بیدار کردے کہ وہ پکار اٹھے کہ خدایا، تو میرے لیے جنّت کے دروازے کھول دے اور جہنّم کے دروازوں کو میرے اوپر بند کردے، تو اس کے لیے خدا اس کا فیصلہ دے دیتا ہے جو اس نے خدا سے اپنے لیے مانگا تھا۔

ہر عمل آدمی کو کسی انعام کا مستحق بناتا ہے۔ روزہ کا عمل آدمی کو اس بات کا مستحق بناتا ہے کہ اللہ اس پر اپنا خصوصی انعام فرمائے، اس کو ہر فتنہ سے محفوظ کرکے اپنی ابدی رحمتوں کے سایہ میں لے لے۔

روزہ اور قرآن

قرآن میں روزہ کا حکم دیتے ہوئے خصوصیت کے ساتھ نزول قرآن کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ روزہ اور قرآن میں خاص مناسبت ہے۔ قرآن کے الفاظ یہ ہیں :

شهر رمضان الذی انزل فیه القرآن هدیً للناس وبینات من الهدیٰ والفرقان فمن شهد منکم الشهر فلیصمه (البقرہ ۱۸۵)

رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اتارا گیا۔ ہدایت ہے لوگوں کے لیے اور کھلی نشانیاں راستہ کی اور حق و باطل کے درمیان فیصلہ کرنے والا۔ پس تم میں سے جو شخص اس مہینہ کو پائے وہ اس کے روزے رکھے۔

قرآن کا نزول ۶۱۰ء میں شروع ہوا۔ یہ قمری کیلنڈر کے اعتبار سے رمضان کا مہینہ تھا۔ پہلی وحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت اتری جب کہ آپ حرا نامی غار میں تھے۔ غارِ حرا میں قرآن کا اترنا شروع ہوا اور ۲۳ سال کی مدت میں تدریجی نزول کے بعد وہ مدینہ میں اپنی تکمیل کو پہنچا۔

قرآن جیسے ہدایت نامہ کا نزول انسان کے اوپر اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا انعام ہے۔ کیوں کہ وہ انسان کو سب سے بڑی کامیابی کا راستہ دکھاتا ہے۔ وہ بتاتا ہے کہ انسان کس طرح اپنی موجودہ زندگی کو بامعنی بنائے تاکہ موت کے بعد کی ابدی زندگی میں وہ معنویت سے بھری ہوئی اس دنیا میں داخلہ پاسکے جس کا نام جنت ہے۔ جنت انسان کی منزل ہے، اور روزہ گویا اس جنت تک پہنچنے کا راستہ۔

رمضان کا مہینہ اسی نعمت کی سالانہ یادگار منانے کا مہینہ ہے۔ قرآن کے نزول کی یہ یادگار جشن کی کی صورت میں نہیں منائی جاتی بلکہ تقویٰ اور شکر گزاری کے ماحول میں منائی جاتی ہے۔ اس مہینہ میں روزہ رکھنا نعمت خداوندی کا سنجیدہ اعتراف ہے۔ وہ عمل کی زبان میں یہ کہنا ہے کہ ——— خدایا، میں نے سنا اور میں نے اس کو تسلیم کیا۔

اسی کے ساتھ رمضان کا مہینہ قرآن کو پڑھنے اور سمجھنے کا مہینہ ہے۔ اس مہینہ میں خصوصیت سے قرآن کی تلاوت کی جاتی ہے۔ راتوں میں تراویح کی صورت میں قرآن کو ادب و احترام کے ساتھ سنا جاتا ہے۔ یہ مہینہ اس مقصد کے لیے خاص ہے کہ اس میں اللہ کی سب سے بڑی نعمت کا سب سے زیادہ تذکرہ کیا جائے

نزول قرآن کے مہینہ میں قرآن کو پڑھتے ہوئے آدمی کو وہ لمحہ یاد آتا ہے جب کہ آسمان اور زمین کے درمیان نورانی اتصال قائم ہوا۔ اس کو یاد کر کے وہ پکار اٹھتا ہے کہ خدایا، تو میرے سینہ کو بھی اپنی تجلّیات سے روشن کر دے۔ قرآن میں وہ ان سعید روحوں کی بابت پڑھتا ہے جنھوں نے مختلف وقتوں میں ربانی زندگی گزاری۔ وہ کہہ اٹھتا ہے کہ خدایا، تو مجھ کو بھی اپنے ان پسندیدہ بندوں میں شامل فرما۔ قرآن میں وہ جنت اور جہنم کا تذکرہ پڑھتا ہے۔ اس وقت اس کی روح سے یہ صدا بلند ہوتی ہے کہ خدایا، مجھے جہنم سے بچالے اور مجھ کو جنت میں داخل کر دے۔

اس طرح قرآن اس کے لیے ایک ایسی کتاب بن جاتا ہے جس میں وہ جیے۔ جس سے وہ اپنے لیے رزق حاصل کرے۔ جس کے نورانی سمندر میں غسل کر کے وہ پوری طرح پاک ہو جائے۔

قرآن بندے کے اوپر اللہ کا انعام ہے، اور روزہ بندے کی طرف سے اس انعام کا عملی اعتراف۔ روزہ کے ذریعہ بندہ اپنے آپ کو شکر گزاری کے قابل بناتا ہے۔ وہ ایک غیر معمولی خدائی حکم کی تعمیل کر کے خدا کی برتری کے احساس کو اپنے اوپر طاری کرتا ہے۔ روزہ کے کورس سے گزر کر وہ اپنے اندر یہ صلاحیت پیدا کرتا ہے کہ قرآن کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق وہ دنیا میں متقیانہ زندگی گزار سکے۔

روزہ ایک مخصوص عمل ہے۔ اس سے آدمی کے دل میں نرمی اور شکستگی آتی ہے۔ اس طرح روزہ آدمی کے اندر یہ صلاحیت پیدا کرتا ہے کہ وہ اپنے اندر لطیف نفسیات کو جگائے۔ وہ ان کیفیتوں کو احساس کی سطح پر پا سکے جو اللہ کو اپنے بندوں سے اس دنیا میں مطلوب ہیں۔

روزہ کا پُرمشقت تجربہ آدمی کو مادی سطح سے اٹھا کر روحانی سطح کی طرف لے جاتا ہے۔ روزہ ایک قسم کی تربیت ہے جس سے آدمی کے اندر یہ استعداد پیدا ہوتی ہے کہ وہ تڑپ کی سطح پر خدا کا عبادت گزار بنے۔ روزہ آدمی کو اس قابل بناتا ہے کہ اللہ کی شکر گزاری میں اس کا سینہ تڑپے۔ اور اللہ کی پکڑ کے خوف سے اس کے اندر کپکپی پیدا ہو۔

پابندزندگی کی مشق

عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: الصیام جنة فاذا کان یوم صوم احدکم فلا یرفث یومئذ ولا یصخب فان شاتمه احد او قاتله فلیقل انی صائم انی صائم (اخرجه البخاری ومسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ ڈھال ہے پس جب تم میں سے کسی کا روزہ کا دن ہو تو وہ نہ فحش کلامی کرے اور نہ شور کرے۔ اور اگر کوئی شخص اس کو برا کہے یا اس سے لڑائی کرے تو اس کو چاہئے کہ وہ کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں، میں روزہ دار ہوں۔

عن ابی عبیدة بن الجراح قال سمعت النبی صلی الله علیه وسلم یقول: الصوم جنة ما لم یخرقها (اخرجه النسائی)

حضرت ابوعبیدہ نے فرمایا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ روزہ ڈھال ہے جب تک آدمی اس کو نہ توڑے۔

روزہ خواہشات پر روک لگانے کی مشق ہے۔ رمضان کے مہینہ میں اس کی مشق اس آخری حد پر کرائی جاتی ہے کہ کھانا پینا جیسی ضروری چیزوں کے استعمال سے بھی روک دیا جاتا ہے۔ کھانا پینا انسان کے لئے عین جائز ہے۔ مگر روزہ کے دنوں میں اس پر بھی پابندی لگادی جاتی ہے تاکہ دنیا میں پابند زندگی گزارنے کی اہمیت کا شدید احساس پیدا ہو۔

روزہ کا یہ مقصد اگر آدمی کے ذہن میں تازہ ہو تو وہ اشتعال کے مواقع پر مشتعل ہونے سے بچے گا۔ کیونکہ روزہ اپنے آپ پر کنٹرول کرنے ہی کا تو سبق ہے۔ پھر روزہ رکھتے ہوئے وہ اپنے آپ کو کنٹرول سے باہر کیسے لے جاسکتا ہے۔

اس طرح کا شدید سبق ہر سال کے ایک مہینہ میں عملی طور پر دیا جاتا ہے۔ اگر آدمی صحیح شعور اور جذبہ کے ساتھ روزہ رکھے تو ایک مہینہ کی اس تربیت کا اثر اس کی بارہ مہینہ کی زندگی تک باقی رہے گا۔ تربیت کے دوران جب اس نے اپنے آپ کو تھاما تھا۔ جب وہ اشتعال کے باوجود مشتعل نہیں ہوا تھا۔ تو تربیت کے بعد یقیناً اس کے اوپر اس کے اثرات باقی رہیں گے۔ لوگ اس کو بقیہ مہینوں میں بھی "روزہ دار" پائیں گے۔ جس طرح انھوں نے اس کو رمضان کے مہینہ میں روزہ دار پایا تھا۔

روزہ بلاشبہ ایک اعلیٰ عبادت ہے اور اس کا بہت ثواب ہے۔ مگر یہ ثواب حقیقتِ روزہ پر مقرر کیا گیا ہے نہ کہ محض صورتِ روزہ پر ۔

حدیث میں آیا ہے کہ اللہ نیکیوں کا بدلہ دس گنے سے لے کر سات سو گنے تک دیتا ہے۔ مگر روزہ خاص اللہ کے لئے ہے اور وہی اس کا (بے حساب) بدلہ دے گا۔ دوسری طرف حدیث میں ہے کہ بہت سے روزہ دار ایسے ہیں جن کو اپنے روزہ سے بھوک پیاس کے سوا اور کچھ نہیں ملتا۔

ایک روزہ اور دوسرے روزہ میں اس فرق کی وجہ کیا ہے جب کہ بظاہر ہر آدمی کا روزہ یکساں ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ روزہ کی جو ظاہری شکل ہے وہی اصل روزہ نہیں ہے بلکہ وہ اصل روزہ کی ایک علامت ہے۔ ایک شخص وہ ہے جو علامتی روزہ کو اس کی اصل حقیقت کے ساتھ رکھتا ہے، وہ خدا کے یہاں اس کا بہت بڑا اجر پائے گا۔ اس کے برعکس معاملہ اس شخص کا ہے جو علامتی روزہ کا اہتمام کرے اور حقیقی روزہ کو چھوڑ دے، ایسے آدمی کے روزہ کی خدا کے یہاں کوئی قیمت نہیں۔ جو چیز علامتی نوعیت رکھتی ہو اس کی قدر و قیمت کا تعین ہمیشہ اس کی حقیقت کے اعتبار سے ہوتا ہے نہ کہ محض اس کی ظاہری صورت کے اعتبار سے۔

روزہ کی ظاہری صورت کھانا پینا چھوڑ دینا ہے۔ یہ "چھوڑنا" اس بات کی علامت ہے کہ بندہ خدا کے حکم کے ماتحت ہے۔ وہ ہر اس چیز کو چھوڑنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے جس کو چھوڑنے کا خدا اسے حکم دے — حتیٰ کہ اگر وہ حکم دے تو وہ کھانے پینے جیسی ضروری چیزیں بھی اس کی خاطر چھوڑ دے گا۔

اب ظاہر ہے کہ جو شخص ایک مہینہ کے مخصوص اوقات میں کھانا پینا چھوڑ دے۔ مگر خدا کی دوسری منع کی ہوئی چیزوں، مثلاً جھوٹے بول اور جھوٹی کارروائیاں نہ چھوڑے، اس نے گویا علامتی حکم کی تو پیروی کی مگر جو اصلی حکم تھا اس کو نظر انداز کر دیا۔ ایسا آدمی کسی انعام کا مستحق نہیں ہو سکتا۔

روزہ دار دراصل وہ ہے جس کا روزہ اس کی پوری زندگی کا روزہ بن جائے، جو تمام معاملات میں اس کے اوپر خدا کی لگام لگا دے — اس کی زبان بدخواہی کا کلمہ بولنا چھوڑ دے۔ اس کا ہاتھ ظالمانہ کارروائی کرنے سے رک جائے۔ اس کے پاؤں بے انصافی کے راستوں میں نہ چلیں۔ حدیث کے الفاظ میں، وہ اس گھوڑے کی مانند ہو جائے جو کھونٹے سے بندھا ہوا ہے۔ اس کی رسی جتنی لمبی ہے بس اسی کے دائرہ میں وہ گھومتا رہتا ہے، وہ اس کے باہر نہیں جا سکتا۔

روزہ حقیقۃً برائی کو چھوڑنے کا نام ہے۔ اسی کا روزہ روزہ ہے جو اس کے لئے زندگی کے تمام معاملات میں برائی کو چھوڑ دینے کے ہم معنی بن جائے۔

روزہ کا پیغام

روزہ ایک ایسی عبادت ہے جس کا تعلق تمام تر روزہ دار کی اپنی ذات سے ہے۔ روزہ رکھنے والا آدمی خود اپنی ذات کو مشقت میں ڈالتا ہے۔ وہ خود اپنے آپ کو بھوک اور پیاس میں مبتلا کرتا ہے۔ روزہ ہر اعتبار سے ایک ذاتی عمل ہے۔ اس طرح روزہ پورے دین کی حقیقت کو بتاتا ہے۔ روزہ اس بات کا سبق ہے کہ عمل کا آغاز اپنے آپ سے ہوتا ہے نہ کہ دوسروں سے۔

دین پورا کا پورا ایک ذاتی عمل ہے۔ مگر روزہ میں دین کی یہ حقیقت آخری حد تک نمایاں ہوگئی ہے۔ روزہ ایک اعتبار سے ایک انفرادی عبادت ہے۔ اسی کے ساتھ وہ علامتی طور پر پورے دین کا تعارف ہے۔ سچا روزہ دار وہی ہے جو روزہ رکھ کر روزہ کی اس حقیقت کو پالے۔

روزہ کا آغاز رمضان کے چاند سے ہوتا ہے۔ آدمی جب آسمان پر ہلال رمضان کو دیکھتا ہے تو اس کو محسوس ہوتا ہے کہ اس کا خدا آسمانی اشارہ کی زبان میں اس سے ہم کلام ہے۔ وہ کہہ رہا ہے کہ میرے بندے، تو اپنے آپ کو میرے تابع کر دے۔ میں تیرے عمل کو بڑھاؤں گا، یہاں تک کہ وہ "ہلال" سے بڑھ کر "بدر" بن جائے۔

پھر آدمی جب پہلی رمضان کو کھانا اور پانی چھوڑ دیتا ہے تو گویا وہ زبان حال سے کہتا ہے کہ خدایا، میں تیرے حکم کا پابند ہوں، اگرچہ میں نے تجھ کو نہ دیکھا ہو۔ میں اپنے آپ کو تیری مرضی کے حوالے کرتا ہوں، اگرچہ میں نے تیری مرضی کو صرف کتاب کے الفاظ میں پڑھا ہو، اگرچہ کوئی فرشتہ مجھ کو مجبور کرنے کے لیے میرے پاس موجود نہ ہو۔

اس کے بعد سارے دن اس کو بھوک لگتی ہے اور پیاس ستاتی ہے۔ مگر وہ کھانے اور پانی کو ہاتھ نہیں لگاتا۔ اس کے معمولات ٹوٹتے ہیں مگر وہ کوئی شکایت نہیں کرتا۔ اس طرح وہ ظاہر کرتا ہے کہ میں خدا کا صابر بندہ بنوں گا۔ میں ہر حال میں خدا کے حکم کا پابند رہوں گا خواہ اس کو صبر و برداشت کی آخری سطح پر جا کر انجام دینا پڑے۔

عام دنوں میں مسلمان کو ناجائز چیزوں سے رکنا پڑتا ہے۔ روزہ کے دنوں میں وہ جائز چیز کو لینے سے بھی رک جاتا ہے۔ یہ گویا اطاعتِ خداوندی کے جذبہ کو مزید پختہ کرنا ہے۔

اس سے پہلے اس کا معاملہ یہ تھا کہ جب پیاس لگی تو پانی پی لیا۔ بھوک لگی تو کھانا کھا لیا۔ اب روزہ رکھنے کے بعد اسی شخص کا یہ حال ہو جاتا ہے کہ اس کو پیاس لگے تب بھی وہ پانی نہیں پیتا۔ اس کو بھوک محسوس ہو تب بھی وہ کھانا نہیں کھاتا۔ اس طرح وہ رمضان کے مہینہ میں اس بات کی تربیت حاصل کرتا ہے کہ وہ ایک محکم اصول کی پیروی میں اپنی زندگی گزارے گا، اور یہ اصول وہی ہوں گے جو خداوند رب العالمین نے اس کے لیے ابدی طور پر مقرر کر دیے ہیں۔

روزہ دار اس طرح مشقت اٹھاتے ہوئے اور خدا کی یاد کرتے ہوئے اپنا دن گزار دیتا ہے۔ یہاں تک کہ شام آجاتی ہے۔ سورج غروب ہو کر دوبارہ آسمانی اشارہ کی زبان میں کہتا ہے کہ اے خدا کے بندو، تم نے خدا کے ساتھ کیے ہوئے اپنے عہد کو پورا کر دیا۔ اب وہ وقت آگیا ہے کہ خدا تمہارے ساتھ کیے ہوئے اپنے عہد کو پورا کرے۔

اب تمہارے اوپر سے پابندی اٹھالی گئی۔ اب تم آزاد ہو۔ اب تم خدا کی دی ہوئی نعمتوں میں سے کھاؤ اور پیو۔ اب نہ تمہارے لیے پانی پینے پر کوئی روک ہے اور نہ تمہارے لیے کھانا کھانے پر کوئی روک۔ خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے تم جس طرح چاہو خدا کی نعمتوں کو استعمال کرو۔

روزہ کے بعد افطار کا یہ تجربہ اہلِ ایمان کے لیے مزید ایک خوش خبری ہے۔ وہ یاد دلاتا ہے کہ موجودہ افطار ایک اور زیادہ بڑے افطار کی علامت ہے۔ یہ روزہ دار کو علامتی طور پر بتاتا ہے کہ سب سے بڑی نعمت کا دن تمہارے لیے آخرت میں آئے گا جب کہ خدا ظاہر ہو کر تمہاری عبادتوں کی قبولیت کا اعلان کرے۔ اور تم کو جنت کے ابدی باغوں میں داخل کر دے جہاں دوبارہ تمہیں کوئی مشقت نہ اٹھانا پڑے۔ ○

برکتوں کا مہینہ

رمضان کا مہینہ ہر قسم کی خیر و برکت کا مہینہ ہے۔ اس کے ذریعہ سے روزہ دار کو جسمانی صحت، روحانی پاکی، معاشی فراوانی اور دوسری برکتیں حاصل ہوتی ہیں۔ خدا پرست لوگوں کے لیے رمضان کے مہینہ کا آنا ایسا ہی ہے جیسے بہار کی فصل کا آنا۔

رمضان کا مہینہ اسلامی شریعت میں روزہ کا مہینہ ہے۔ رمضان کا آغاز شعبان کی آخری تاریخ کو چاند دیکھنے سے ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کا پہلا چاند آسمان پر دیکھا تو فرمایا: اللھم أھِلَّہُ علینا بالامن والایمان والسلامۃ والاسلام (اے اللہ، تو اس آنے والے مہینہ کو ہمارے لیے امن اور ایمان اور سلامتی اور اسلام کا مہینہ بنا دے)

اس سے معلوم ہوا کہ رمضان کے مہینہ کا خاص مقصد آدمی کے اندر ایمان و اسلام اور امن و سلامتی کے احساس کو جگانا ہے۔ اس مہینہ میں روزہ کے تربیتی کورس سے گزار کر آدمی کے اندر روحانی اور انسانی کیفیات کو ابھارا جاتا ہے۔ تاکہ وہ اس قابل ہو جائے کہ آئندہ سال بھر اس طرح رہے کہ ایک طرف اللہ سے اس کا ایمانی تعلق مضبوط ہو، اور دوسری طرف وہ لوگوں کے درمیان امن اور سلامتی والا انسان بن کر رہ سکے۔ وہ خدا کا اچھا بندہ بھی بنے اور سماج کا اچھا فرد بھی۔

اس کے بعد روزہ دار فجر سے پہلے سحری کھاتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ سحری کھاؤ، کیوں کہ سحری میں برکت ہے (تسحروا فإن في السحور بركة) فجر سے پہلے اٹھ کر اگلے دن کے روزہ کی نیت کرنا اور آخری کھانے کے طور پر سحری کھانا بہت بامعنی ہے۔ یہ گویا اپنے اندر روزہ کی آمادگی پیدا کرنا ہے۔ کمپیوٹر کی اصطلاح میں کہا جا سکتا ہے کہ یہ ذہن کی پروگریمنگ ہے۔ اس طرح آدمی ذہنی طور پر تیار ہو جاتا ہے کہ وہ صبح سے شام تک روزہ کے عمل کا تحمل کر سکے۔ عام دنوں میں اگر صبح سے شام تک کھانا اور پانی نہ ملے تو آدمی سخت تکلیف محسوس کرتا ہے۔ مگر رمضان میں وہ پورے مہینہ تک اس کو بآسانی گوارا کر لیتا ہے۔ اس کی وجہ یہی ذہن کی پروگریمنگ ہے۔

حدیث میں آیا ہے کہ روزہ برائیوں کے خلاف ڈھال ہے۔ تمام برائیوں کا سبب نفسانی جذبات ہوتے ہیں۔ مثلاً کوئی شخص اشتعال دلانے والے الفاظ بول دے تو آدمی غصہ میں بھڑک کر اس سے

لڑنے لگتا ہے۔ روزہ اس کے خلاف چیک ہے۔ روزہ میں فاقہ کا عمل نفسانی جذبات کو مضمحل کرتا ہے۔ وہ مختلف عبادتی اعمال کے ذریعہ آدمی کے اندر روحانیت کو ابھارتا ہے۔ اس طرح آدمی اس قابل ہوجاتا ہے کہ وہ ردعمل کی نفسیات سے بچے اور غصہ کی بات پر بھی غصہ میں نہ آئے۔ رمضان کا غذائی روزہ اس کو بقیہ دنوں کے لیے اخلاقی روزہ دار بنا دیتا ہے۔

دن بھر نماز، صدقہ، دعا، تلاوتِ قرآن اور یادِ الٰہی میں گزار کر روزہ دار شام کو افطار کرتا ہے۔ یہ افطار گویا روزہ کے عمل پر خدا کا نقد انعام ہے۔ دن بھر کے فاقہ کے بعد کھانا اور پانی کو پاکر روزہ دار کو جو خوشی ہوتی ہے وہ اس زیادہ بڑی خوشی کی علامت ہے جو آخرت میں خدا کے ابدی انعام کو پاکر روزہ دار کو ہوگی۔ رمضان دار العمل کی علامت ہے اور افطار دار الجزا کی علامت۔

حدیث میں بتایا گیا ہے کہ روزہ میں آدمی جو عمل کرتا ہے اس کا ثواب اس کو عام دنوں سے زیادہ ملتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ روزہ میں آدمی کی روحانی کیفیت بہت بڑھ جاتی ہے۔ آدمی روزہ میں جو عمل کرتا ہے وہ زیادہ کیفیت لیے ہوئے ہوتا ہے۔ اس بنا پر اس کے عمل کا ثواب بھی زیادہ ہو جاتا ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نہایت فیاض تھے۔ مگر رمضان کے مہینہ میں آپ کی فیاضی بہت بڑھ جاتی تھی۔ اس سے روزہ کی اسپرٹ کا اندازہ ہوتا ہے۔ روزہ میں آدمی کو مشقت کا تجربہ کرایا جاتا ہے، تاکہ وہ مشقت میں پڑے ہوئے لوگوں کی مشقتوں کو جانے اور ان کی مدد کے لیے کھڑا ہو جائے۔ دوسروں کی مدد کرنا ایک اسلامی فریضہ ہے۔ روزہ اس فریضہ کے لیے ابھارنے کا کام کرتا ہے۔ وہ دوسروں کی مدد کی روح آدمی کے اندر جگا دیتا ہے۔

روزہ میں اپنے آپ پر احتیاج کی حالت طاری کرنے سے دوسرے محتاجوں کی ضرورت کا احساس جاگتا ہے۔ آدمی اس مہینہ میں زیادہ بڑھے ہوئے جذبہ کے تحت مزید صدقہ و خیرات کرنے لگتا ہے۔ اس طرح روزہ کا مہینہ پورے سماج کے لیے معاشی برکت کا مہینہ بن جاتا ہے۔ روزہ دار سماج سے رزق کی تنگی اٹھالی جاتی ہے۔

روزہ کی برکتیں پہلے رمضان کے مہینہ میں آتی ہیں۔ اس کے بعد برکتوں کا اثر سال کے بقیہ مہینوں میں بھی جاری رہتا ہے۔ رمضان کا مہینہ اگر براہِ راست طور پر روزہ کے فوائد و برکات کا مہینہ ہے تو سال کے بقیہ مہینے بالواسطہ طور پر روزہ کے فوائد و برکات کے مہینے۔

روزہ اور کردار

مَنْ لَمْ یَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَیْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِیْ اَنْ یَدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ (رواہ البخاری)

جس روزہ دار نے جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا نہ چھوڑا تو اللہ کو اس کی حاجت نہیں کہ وہ اپنا کھانا اور اپنا پینا چھوڑ دے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آدمی کی عبادت کی قیمت اس وقت ہے جب کہ اسی کے ساتھ وہ جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا چھوڑے ہوئے ہو۔ جو شخص اس طرح عبادت کرے کہ عبادت گزاری کے ساتھ وہ جھوٹ بولتا ہو اور جھوٹ پر عمل کرتا ہو تو اس کی عبادت گزاری اللہ کے یہاں قابل قبول نہیں ٹھہرے گی۔ اللہ کو بے جھوٹ کا عمل مطلوب ہے نہ کہ وہ عمل جس کے ساتھ جھوٹ شامل ہو۔

اس حدیث میں دو لفظ آئے ہیں۔ ایک ہے جھوٹ بولنا۔ دوسرے جھوٹ پر عمل کرنا۔ جھوٹ بولنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اپنی گفتگو میں اِس کی پابندی نہ کرتا ہو کہ وہ ہمیشہ مطابق واقعہ بات کہے۔ اور جو بات واقعہ کے مطابق نہ ہو اس کو اپنی زبان سے نہ نکالے۔ تاہم صرف وہی شخص جھوٹا نہیں ہے جو جان بوجھ کر جھوٹ بولتا ہو، جو پہلے سے طے کیے ہوئے ذہن کے مطابق جھوٹی بات کہے۔ حدیث کے مطابق وہ شخص بھی جھوٹا ہے جو خود ارادہ کرکے جھوٹ نہ بولے، مگر وہ ایسی بات کہے جو عملاً ایک جھوٹی بات ہو۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ سنی ہوئی بات کو بلا تحقیق دہرانا بھی جھوٹ ہے:

کَفٰی بِالْمَرْءِ كَذِبًا اَنْ يُّحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ

آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہ بات کافی ہے کہ وہ جو کچھ سنے اس کو بیان کرنے لگے۔

جھوٹ پر عمل کرنا یہ ہے کہ آدمی جھوٹ کو اپنے عمل کی بنیاد بنائے۔ وہ جھوٹا نعرہ کھڑا کرکے قوم کے اوپر لیڈری حاصل کرے۔ وہ ایک بے بنیاد قصہ گھڑ کر اس کے ذریعہ کسی بندۂ خدا کو بدنام کرے۔ وہ جھوٹی دستاویز تیار کرکے کسی کی جائداد کو اپنی جائداد بنائے۔ وہ فرضی تقریریں کرکے عوام کے درمیان مقبولیت حاصل کرے۔ وہ موجودہ دنیا میں جھوٹ کی بنیاد پر کھڑا ہونے کی کوشش کرے نہ کہ سچ کی بنیاد پر۔

روزہ کے بارہ میں بتایا گیا ہے کہ اس کا ثواب عام اعمال سے زیادہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ روزہ میں قربانی کا پہلو شامل ہے۔ روزہ مطلوب اعمال کو قربانی کی سطح پر انجام دینا ہے۔

رمضان میں ایک مہینہ کا روزہ رکھنا اسلام کی ایک خصوصی عبادت ہے اور حدیث میں مختلف طریقوں سے اس کے خصوصی ثواب کو بتایا گیا ہے۔ ایک حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

عن ابی هریرة، قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : کل عمل بن آدم یُضاعَفُ الحسنةُ بعشر امثالها الی سبعمأة ضعف، قال الله تعالیٰ الا الصوم فانه لی وانا أجزی به۔ یدعُ شهوته وطعامه من اجلی۔ للصائم فرحتان۔ فرحة عند فطره وفرحة عند لقاء ربه (متفق علیہ)

حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انسان کے ہر عمل کی نیکی دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھائی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مگر روزہ کا معاملہ جدا ہے۔ روزہ میرے لیے ہے، اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ بندہ اپنی خواہش کو اور اپنے کھانے کو میرے لیے چھوڑتا ہے۔ روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں۔ ایک خوشی روزہ افطار کے وقت، اور دوسری خوشی اپنے رب سے ملنے کے وقت۔

روزہ کا یہ غیر معمولی فائدہ اس لیے ہے کہ روزہ کی مشقت آدمی کی نفسیات کے اندر غیر معمولی کیفیت پیدا کرتی ہے۔ اس کی زبان سے غیر معمولی انداز کی دعائیں نکلنے لگتی ہیں۔

روزہ میں جب بھوک پیاس تڑپاتی ہے تو آدمی کو اپنی بے چارگی یاد آتی ہے۔ وہ مزید اضافہ کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع کرنے لگتا ہے۔ وہ کہہ اٹھتا ہے کہ خدایا، میں نے تیرے ایک حکم کی تعمیل کی، مگر میں تیرے بہت سے حکموں کی تعمیل نہ کرسکا۔ میں نے ایک دن کا روزہ رکھا مگر میں دوسرے بہت سے مواقع پر "روزہ" نہ رکھ سکا۔ تو اپنی رحمتِ خاص سے مجھے بخش دے۔

جب بندہ کی زبان سے اس قسم کی دعائیں نکلتی ہیں تو خدا کی رحمت اس کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ اس کے بعد "دس گنا" اور "سات سو گنا" کی حد کو توڑ کر اس کے ثواب کو بے حساب گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے۔

عبادت کا عمل دنیا میں کیا جاتا ہے اور اس کا اجر آخرت میں ملتا ہے۔ مگر روزہ استثنائی طور پر ایک ایسی عبادت ہے جس کے اجر کا تجربہ اسی دنیا میں کرا دیا جاتا ہے۔ افطار گویا روزہ کے اجر کا ابتدائی تجربہ ہے اور آخرت کا بے اندازہ ثواب اس کا انتہائی تجربہ۔

احتسابِ خویش

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا (۱۹۸۴) میں روزہ (فاسٹنگ) کے باب کے تحت مختلف مذہبوں میں روزہ کا تصور بتایا گیا ہے اور ان کا باہمی تقابل کیا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں اسلامی روزہ کا تذکرہ بھی ہے۔ اس میں اسلامی روزہ کے بارہ میں یہ الفاظ درج ہیں ـــــ رمضان کا مہینہ اسلام میں توبہ کے زمانہ کے طور پر منایا جاتا ہے اور اس میں صبح سے شام تک کھانے پینے سے مکمل پرہیز کیا جاتا ہے :

The month of Ramadan in Islam is observed as a period of penitence and total fasting from dawn to dusk. (vol. IV, p.62).

توبہ کی حقیقت احتساب ہے۔ مومن کے لیے اس کی بے حد اہمیت ہے۔ تاہم توبہ یا احتساب اسلام میں کوئی زمانی یا دوری چیز نہیں۔ توبہ کا تعلق کسی خاص دن یا کسی خاص مہینہ سے نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق مومن کی پوری زندگی سے ہے۔ البتہ یہ کہنا درست ہوگا کہ رمضان کے مہینہ میں آدمی کے اندر توبہ و استغفار کا احساس عام دنوں کے مقابلہ میں زیادہ شدید ہو جاتا ہے۔

توبہ کے لفظی معنی پلٹنے کے ہیں۔ شرعی اصطلاح کے مطابق، توبہ کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اپنے رب سے منحرف ہونے کے بعد دوبارہ اس کی طرف پلٹ آئے۔

یہ توبہ مومن کی ایک عمومی صفت ہے۔ اس کا تعلق صرف بڑے گناہوں سے نہیں ہے بلکہ چھوٹی چھوٹی کوتاہیوں سے بھی ہے۔ آدمی کی حساسیت جتنی زیادہ بڑھی ہوئی ہوگی، اتنا ہی زیادہ اس کے اندر توبہ کا جذبہ ابھرے گا۔ حتی کہ اگر اس کی زبان سے کسی کے بارہ میں نامناسب کلمہ نکل جائے تو اس پر بھی وہ تڑپ اٹھے گا اور اس کے فوراً بعد اپنی کوتاہی کی تلافی کی طرف دوڑ پڑے گا۔

روزہ کا زمانہ چونکہ مومن کی حساسیت میں اضافہ کر دیتا ہے، اس لیے روزہ میں توبہ کا احساس بھی عام دنوں کے مقابلہ میں زیادہ جاگ اٹھتا ہے۔ بھوک اور پیاس سے آدمی کے اندر عجز کی کیفیت بڑھتی ہے۔ اور جب آدمی کے اندر عجز کی کیفیت بڑھتی ہے تو اسی نسبت سے توبہ کی کیفیت بھی اس کے اندر پہلے سے زیادہ پیدا ہو جاتی ہے۔

روزہ کا مقصد یہ ہے کہ آدمی کے عمل میں کیفی (qualitative) اضافہ کیا جائے۔ یہ خارجی تدبیر کے ذریعہ اندرونی احساسات کو بیدار کرنا ہے۔

رمضان کے مہینہ کو حدیث میں صبر کا مہینہ (شہر الصبر) کہا گیا ہے۔ قرآن کے مطابق رمضان کا مہینہ تقویٰ کے لیے مقرر کیا گیا ہے (البقرہ ۱۸۳)۔ اس کا مطلب کیا ہے۔ صبر اور تقویٰ دین کے وہ تقاضے ہیں جو ہر روز اور سارے سال مطلوب ہیں۔ پھر ان کو رمضان کے مہینہ کے ساتھ کیوں خاص کیا گیا۔

اس کی وجہ رمضان کے مہینہ کی تربیتی اہمیت ہے۔ تقویٰ اور صبر دین کا عمومی حکم ہے۔ وہ ہر مسلمان سے پورے سال اور پوری زندگی کے لیے مطلوب ہے۔ اسی عمومی مطلوب کو ایک مہینہ میں خصوصی شدّت اور اہتمام کے ساتھ ادا کرایا جاتا ہے تاکہ وہ لوگوں کے مزاج میں داخل ہو جائے۔ لوگ نفسیاتی طور پر اس قابل ہو جائیں کہ وہ سال کے بقیہ مہینوں میں اس کو اپنی زندگی کے معاملات میں برتتے رہیں۔

رمضان کے مہینہ میں ایک مقرر نظام کے تحت یہ کوشش کی جاتی ہے کہ لوگوں کے دلوں میں اللہ کا خوف ابھرے۔ ان کے اندر یہ مزاج پیدا ہو کہ وہ اس دنیا میں صبر اور تقویٰ کے ساتھ رہنا سیکھیں۔ یعنی خواہش کے باوجود ایک چیز کو نہ کھائیں۔ نفس کے تقاضے کے باوجود ایک کام کو نہ کریں۔ وہ ہر حال میں دین کے تقاضوں پر قائم رہیں، خواہ اس کی خاطر انھیں ناموافق باتوں کو برداشت کرنا پڑے۔ خواہ اس کی خاطر انھیں وہ چیز چھوڑنا ہو جس کو چھوڑنا انھیں کسی حال میں پسند نہیں۔

رمضان کا مہینہ اسی شعور اور اسی احساس کو جگانے کے لیے ایک قسم کا ہنگامی کورس ہے۔ سال کے ایک مہینہ میں صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک ایک مقرر نظام کے تحت لوگوں کو عبادت اور اطاعت کے کاموں میں مشغول رکھا جاتا ہے۔ اس طرح آدمی کے اندر یہ احساس زندہ کیا جاتا ہے کہ وہ خدا کے بتائے ہوئے وقت پر سوئے اور خدا کے بتائے ہوئے وقت پر جاگے۔ وہ خدا کے حکم سے کھائے اور خدا کے حکم سے نہ کھائے۔ وہ خدا کے کہنے سے کرے اور خدا کے روکنے سے رُک جائے۔ یہ چیزیں ایک بندہ سے ہر روز مطلوب ہیں۔ مگر چند خاص دنوں میں ان کو نظام کے زور پر کرایا جاتا ہے تاکہ اس کے ذریعہ سے وہ اس قابل ہو جائے کہ بعد کے دنوں میں وہ ان کو اپنی طبیعت کے زور پر کر سکے۔

صبر کا مہینہ

البیہقی نے "شعب الایمان" میں سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ کی ایک روایت رمضان سے متعلق نقل کی ہے۔ اس کے مطابق، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کے آخر میں خطبہ دیا۔ اس میں آپ نے ماہ رمضان کا تذکرہ کیا اور فرمایا: هو شهر الصبر والصبر ثوابه الجنة (وہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے) حقیقت یہ ہے کہ روزہ صبر کی تربیت ہے اور صبر تمام کامیابیوں کا ذریعہ۔

دین میں سب سے پہلی چیز ایمان ہے۔ ایمان کیا ہے۔ ایمان غیبی حقیقت کی دریافت ہے۔ آدمی اپنے آپ کو ظاہری فائدوں اور مادی رونقوں سے اوپر اٹھاتا ہے تب اس کو باطنی گہرائیوں کا ادراک ہوتا ہے۔ یہ ایک صابرانہ عمل ہے۔ اس صابرانہ عمل کے بغیر کسی کو ایمان کی اعلیٰ معرفت حاصل نہیں ہوتی۔ اس دنیا میں کوئی شخص ذہنی برداشت سے گزر کر ہی ذہنی یافت تک پہنچتا ہے۔

مومن سے یہ مطلوب ہے کہ وہ لوگوں کے درمیان اسلامی اخلاق کے ساتھ رہے۔ یہاں دوبارہ صبر کی ضرورت ہے۔ یہ دنیا ایسی دنیا ہے جہاں دوسروں کی طرف سے بار بار زیادتی کا تجربہ ہوتا ہے ایسی حالت میں لوگوں کے ساتھ اسلامی اخلاق کا معاملہ وہی شخص کر سکتا ہے جو لوگوں کی زیادتیوں کو برداشت کرے۔ اسلامی اخلاق یک طرفہ حسن سلوک کا نام ہے، اور صبر کے بغیر یک طرفہ حسن سلوک کا ثبوت دینا کسی کے لیے ممکن نہیں۔

مومن ایک داعی انسان ہوتا ہے۔ مومن کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ دوسرے بندگانِ خدا تک خدا کے دین کا پیغام پہنچائے۔ دعوت کا یہ کام صبر کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ دعوتی عمل کے لیے ضروری ہے کہ داعی اور مدعو کے درمیان معتدل فضا پائی جائے۔ مدعو سے یہ امید نہیں کی جاسکتی کہ وہ اس قسم کی معتدل فضا پیدا کرے گا۔ اس لیے داعی کو یہ ذمہ داری لینی پڑتی ہے کہ وہ مدعو کی طرف سے پیش آنے والی تلخیوں کو نظر انداز کرے تاکہ دعوت کا ماحول بگڑنے نہ پائے۔ اور تلخیوں کو نظر انداز کرنے کا یہ معاملہ اسی وقت ممکن ہے جب کہ آدمی صبر کی سطح پر جینے کے لیے تیار ہو۔

روزہ کا مہینہ اسی صبر کی تربیت کا مہینہ ہے۔ اور صبر وہ اعلیٰ انسانی صفت ہے جس میں دنیا اور آخرت کی تمام کامیابیوں کا راز چھپا ہوا ہے۔

روزہ قربانی کا عمل ہے اور قربانی کا عمل سب سے زیادہ اعلیٰ عمل ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں روزہ کی اس امتیازی خصوصیت کو اس طرح بیان کیا گیا ہے :

عَن ابی هُریرةَ قالَ: قالَ رسولُ اللهِ صَلَّی اللهُ علیهِ وسلَّم: کُلُّ عملِ ابنِ آدمَ یُضاعَفُ الحسنةُ بعشرِ امثالها الی سبعمائةِ ضعفٍ، قالَ اللهُ تعالیٰ: إلّا الصّومَ فانّهُ لی وانا اجزی بهِ، یدعُ شهوتَهُ وطعامَهُ من اجلی، للصّائمِ فرحتانِ: فرحةٌ عندَ فطرهِ، وفرحةٌ عندَ لقاءِ ربِّهِ۔ (متفق علیہ)

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابن آدم کا ہر نیک عمل دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھایا جاتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ بندہ اپنی شہوت کو اور اپنے کھانے کو میرے لیے چھوڑتا ہے۔ روزہ دار کے لیے دو خوشی ہے۔ ایک خوشی افطار کے وقت اور دوسری خوشی اس وقت جب وہ اپنے رب سے ملے گا۔

روزہ عام عبادات سے الگ ایک عبادت ہے۔ روزہ میں آدمی اپنی جائز خواہش کو اور اپنے جائز کھانے کو اللہ کی خاطر چھوڑ دیتا ہے۔ گویا روزہ دار روزہ رکھ کر اپنے اس عزم کا اظہار کرتا ہے کہ اللہ کی خاطر اگر اس کو انتہائی ضروری اور جائز چیزوں سے جدائی اختیار کرنا پڑے تو اس سے بھی وہ دریغ نہیں کرے گا۔ روزہ کی یہی وہ امتیازی خصوصیت ہے جس کی بنا پر اس کا امتیازی ثواب رکھا گیا ہے۔

موجودہ دنیا میں حق پرست بننے کے لیے صرف یہی کافی نہیں کہ آدمی غلط اور صحیح کے درمیان تمیز کرتا ہو۔ مختلف حالات کے اعتبار سے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ممنوعات کی فہرست مزید وسیع ہوجاتی ہے۔ کبھی ضروری ہوجاتا ہے کہ آدمی کھانا پینا بھول کر اپنی ڈیوٹی انجام دے۔ وہ عمل کے بجائے اعراض کا طریقہ اختیار کرے۔ وہ کرنے کا جذبہ رکھتے ہوئے بھی نہ کرے۔ الفاظ رکھتے ہوئے وہ نہ بولے اور پاؤں رکھتے ہوئے وہ نہ چلے۔ ایک کام کو بظاہر صحیح سمجھتے ہوئے بھی اس کی طرف اقدام کرنے سے باز رہے۔

روزہ اسی قربانی کا سبق ہے۔ اس دنیا میں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک جائز چیز بھی آدمی کے لیے ناجائز بن جاتی ہے۔ اور ایک مطلوب چیز بھی نامطلوب کی حیثیت اختیار کر لیتی ہے۔ یہ ایمان کا اعلیٰ درجہ ہے۔ جو لوگ اس اعلیٰ ایمانی درجہ پر پورے اتریں ان کے لیے اللہ کے یہاں اتنا بڑا اجر ہے جس کا نہ کوئی شمار ہے اور نہ کوئی حساب۔

جدوجہد کی تربیت

رمضان کے مہینہ کو حدیث میں صبر کا مہینہ (شہر الصبر) کہا گیا ہے۔ صبر و استقامت بلاشبہ زندگی کی سب سے بڑی طاقت ہے۔ یہی تمام فتوحات اور کامیابیوں کا راز ہے۔ حقیقی روزہ صبر کی صفت پیدا کرتا ہے اور صبر ہی وہ چیز ہے جو تمام اعلیٰ کامیابیوں کا دروازہ ہے۔

روزہ کے لیے عربی لفظ صوم ہے۔ صوم کے اصل معنی ہیں رکنا۔ صائم کے معنی ہیں رکنے والا۔ قدیم زمانہ میں مشکل اوقات میں گھوڑا انسان کا سب سے بڑا ساتھی تھا۔ جنگ اور سخت قسم کے سفر میں وہ انسان کے کام آتا تھا۔ اس مقصد کے لیے تربیت دینے کا ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ گھوڑے کو محدود مدت کے لیے بھوکا پیاسا رکھا جائے تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ سختی کو برداشت کر سکے۔ اس طرح کے تربیت یافتہ گھوڑے کو خیل صائم (روزہ دار گھوڑا) کہتے تھے۔ نابغہ نے میدان جنگ کی تصویر کشی میں گھوڑوں کے بارہ میں کہا ہے کہ کچھ گھوڑے روزہ والے تھے اور کچھ گھوڑے بغیر روزہ والے :

خیلٌ صیام وَخیلٌ غیرُ صَائمۃ

اس طرح انسان صائم سے مراد وہ انسان ہے جو کھانے پینے اور ازدواجی تعلقات سے وقتی طور پر رک جائے۔ یہ رکنا اور پرہیز کرنا آدمی کے اندر برداشت کی صلاحیت پیدا کرتا ہے، وہ اس قابل ہوجاتا ہے کہ جب سختیاں پیش آئیں تو وہ ان کے مقابلہ میں پوری طرح جم سکے۔

رمضان کا مہینہ آدمی کے لیے اپنے نفس اور اپنی خواہشات سے لڑنے کا مہینہ ہے۔ یہ وہ مہینہ ہے جب کہ مومن شیطانی طاقتوں کو زیر کر کے ان کے اوپر قابو پاتا ہے اور دوبارہ خدا کی بندگی کا عزم لے کر نئے سال میں داخل ہوتا ہے۔

تاریخ حیرت انگیز طور پر روزہ کی اس خصوصیت کی تصدیق کرتی ہے۔ چنانچہ روحانی مقابلہ کا یہ مہینہ اسلام کی تاریخ میں فوجی مقابلہ کا مہینہ بھی رہا ہے۔ اسلام اور غیر اسلام کے کئی بڑے بڑے معرکے اسی مہینہ میں پیش آئے۔ مثال کے طور پر ان میں سے چند معرکوں کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے :

۱۔ غزوۂ بدر (رمضان ۲ھ)
جب کہ رسول اور اصحاب رسول کو قریش کے اوپر فیصلہ کن فتح حاصل ہوئی۔
۲۔ فتح مکہ (رمضان ۸ھ) جس نے پورے عرب پر اسلام کو غالب کر دیا۔
۳۔ غزوۂ تبوک (رمضان ۹ھ) جس نے رومیوں کے اوپر اہلِ اسلام کی دھاک قائم کر دی۔
غزوۂ تبوک رجب میں شروع ہو کر رمضان میں ختم ہوا۔
۴۔ فلسطین (رمضان ۱۵ھ) عمرو بن العاص نے فلسطین کو فتح کر کے بیت المقدس کو اسلام کے حدودِ سلطنت میں شامل کیا۔
۵۔ معرکہ اسپین (رمضان ۹۱ھ) جب کہ طارق بن زیاد نے اسپین میں کامیاب پیش قدمی کی۔
۶۔ سندھ (رمضان ۹۶ھ) محمد بن قاسم سندھ میں داخل ہوئے اور وہاں اسلام کو پھیلایا۔
۷۔ دولت اندلس (رمضان ۱۳۸ھ) عبدالرحمٰن الداخل اندلس میں داخل ہوئے اور وہاں باقاعدہ دولت امویہ قائم کی۔
۸۔ صقلیہ (رمضان ۲۱۲ھ) زیاد بن الاغلب نے جزیرہ صقلیہ کو فتح کیا۔
۹۔ حروب صلیبیہ (رمضان ۵۸۴ھ) حطین کی مشہور جنگ میں صلاح الدین ایوبی نے صلیبی طاقتوں پر فتح حاصل کی۔
۱۰۔ معرکہ عین جالوت (رمضان ۶۵۸ھ) جس نے تاتاریوں کو شکست دے کر مسلم دنیا میں ان کی پیش قدمی کو روک دیا۔
۱۱۔ معرکۂ سوئز (رمضان ۱۳۹۳ھ) جب کہ مصری فوجوں نے اسرائیلی فوجوں کو شکست دے کر نہر سوئز پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔

اس قسم کے تاریخی واقعات بتاتے ہیں کہ روزہ اور جدوجہد حیات میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ روزہ کی مشقت آدمی کو کمزور نہیں کرتی۔ بلکہ وہ اُس کو اِس قابل بناتی ہے کہ زندگی کے معرکہ میں وہ زیادہ قوت اور طاقت کے ساتھ حصہ لے سکے۔

روزہ کی حقیقت

غالباً ۱۹۴۳ کی بات ہے۔ گورکھپور میں ایک بڑے مسلم افسر رہا کرتے تھے۔ رمضان کے مہینے میں کچھ روز کے لئے ان کے یہاں ٹھہرنے کا اتفاق ہوا۔ ان کے بنگلہ کے سامنے ایک علیحدہ بیٹھک بنی ہوئی تھی۔ میں نے دیکھا کہ روزانہ صبح کو ایک "حافظ صاحب" قرآن بغل میں لئے ہوئے آتے ہیں۔ کچھ دیر بیٹھ کر تلاوت کرتے ہیں، پھر واپس چلے جاتے ہیں۔

"یہ کون صاحب ہیں جو روزانہ صبح کو یہاں آتے ہیں" کئی روز تک یہ منظر دیکھنے کے بعد میں نے صاحب خانہ سے پوچھا۔ میرا سوال سن کر پہلے وہ ہنسے۔ اس کے بعد جواب دیا: "بات یہ ہے کہ میں روزہ نہیں رکھ پاتا۔ اس لئے میں نے حافظ صاحب کو مقرر کر دیا ہے کہ وہ رمضان کے پورے مہینے میں میرے یہاں آکر قرآن پاک کی تلاوت کر دیا کریں۔ مہینہ کے ختم پر ان کی کچھ خدمت کر دوں گا

یہ ایک "بے روزہ دار" کا قصہ تھا۔ اب روزہ داروں کو دیکھئے۔ ایک بار میں نے اذان کی آواز آنے سے پہلے گھڑی دیکھ کر افطار کر لیا۔ کئی لوگ سنجیدگی سے اس شبہ میں پڑ گئے کہ میرا روزہ نہیں ہوا۔ آج کل کے روزہ داروں کا حال یہ ہے کہ وہ اس کا سخت اہتمام کریں گے کہ طلوع سحر سے کچھ منٹ پہلے کھانا پینا بند کر دیں اور غروب آفتاب کے کچھ منٹ بعد افطار شروع کریں۔ اس کا نام انھوں نے "احتیاط" رکھا ہے۔ ایک طرف اوقاتِ روزہ میں احتیاط کا یہ عالم کہ سحری میں تعجیل اور افطار میں تاخیر کی حد تک اس کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ صریح طور پر سنت کے خلاف ہے۔ کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ میری امت اس وقت تک خیر پر رہے گی جب تک وہ افطار میں تعجیل (جلدی) کرتی رہے گی۔ دوسری طرف مقاصد روزہ میں بے احتیاطی کا یہ حال ہے کہ وہ اس کو ضروری نہیں سمجھتے کہ روزہ رکھ کر کسی کی برائی نہ کریں، کسی سے جھگڑا نہ کریں، منھ سے جھوٹ بات نہ نکالیں۔ حالانکہ حدیث میں آیا ہے کہ ایک شخص روزہ رکھ کر جھوٹ بات کرے تو اس کا روزہ، روزہ نہیں۔ اسی طرح دوسری حدیث میں ہے کہ کوئی روزہ دار کسی مسلمان کی غیبت کرے تو گویا اس نے خدا کی حلال کی ہوئی چیز سے روزہ رکھا اور اس کی حرام کی ہوئی چیز سے افطار کر لیا۔

یہ دونوں واقعات بظاہر ایک دوسرے سے الگ الگ ہیں۔ ایک جگہ روزہ داری ہے، دوسری جگہ بے روزہ داری۔ لیکن گہرائی کے ساتھ دیکھئے تو دونوں کی شعوری سطح ایک نظر آئے گی۔ دونوں عبادت یا روزہ کو ایک قسم کا رسمی عمل سمجھ رہے ہیں نہ کہ ایک ایسا عمل جو انسان کی اندرونی گہرائیوں سے نکلتا ہے، جو اس کے پورے وجود کا نمائندہ ہوتا ہے۔

عبادت کا ایک مطلب یہ ہے کہ وہ ایک زندہ عمل ہو۔ دوسرا یہ کہ وہ محض ایک رسم ہو۔ زندہ عمل آدمی کے پورے وجود سے نکلتا ہے۔ وہ اس کی مکمل ہستی کا ایک اظہار ہوتا ہے۔ اس کے برعکس رسم کی حیثیت محض ایک بے روح خارجی عمل کی ہوتی ہے۔ آدمی قلب و روح کو اس میں شامل کئے بغیر اوپری طور پر اسے انجام دے دیتا ہے۔ مثال کے طور پر تنہائیوں میں اللہ کو یاد کر کے رونا ایک عبادت ہے جب کہ اپنے دنیوی دھندوں میں مشغول رہتے ہوئے تسبیح کے دانوں پر "اللہ اللہ" شمار کرنا محض ایک رسم۔ تنہائی میں مومن کی آنکھ سے جو آنسو نکلتے ہیں وہ اس کی پوری ہستی کا نچوڑ ہوتے ہیں جبکہ لفظ "اللہ" کو شمار کرنے والا صرف یہ کرتا ہے کہ پلاسٹک کے دانوں کو مقررہ تعداد میں دھاگے میں پرو لیتا ہے اور اپنے مشاغل میں مصروف رہتے ہوئے محض انگلیوں کی حرکت کے ذریعہ اس کو گنتا رہتا ہے۔ زندہ عمل میں آدمی اور اس کے عمل کے درمیان گہرا نفسیاتی ربط ہوتا ہے جب کہ رسم میں دونوں کے درمیان اس قسم کا کوئی ربط نہیں ہوتا۔

دعا اور روزہ

روزہ کا حکم دیتے ہوئے قرآن میں دعا کا ذکر ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ روزہ اور دعا میں خاص تعلق ہے۔ روزہ آدمی کو موثر انداز میں دعا کرنے والا بناتا ہے :

وإذا سألك عبادي عني فإني قريب۔ أجيبُ دعوةَ الداعِ إذا دعانِ فليستجيبوا لي وليؤمنوا بي لعلّهم يرشُدون (البقرہ ۱۸۶)

اور جب میرے بندے تم سے میری بابت پوچھیں تو میں نزدیک ہوں۔ پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں۔ تو چاہیے کہ وہ میرا حکم مانیں اور مجھ پر یقین تاکہ وہ ہدایت پائیں۔

روزہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے صبر کا عمل ہے۔ صبر کیا ہے۔ صبر یہ ہے کہ آدمی حکم الٰہی کی تعمیل میں پیش آنے والی مشکلات کو برداشت کرے۔ وہ برداشت کی قیمت پر اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار بنے۔

یہ صبر و برداشت ہی وہ چیز ہے جس سے آدمی اس قلبی حالت کو پہنچتا ہے جو اس کو خدا سے قرب کا تجربہ کرائے۔ اس کے بعد ہی آدمی کی زبان سے وہ پُر اثر کلمات نکلتے ہیں جو خدا کے یہاں قبولیت کے مستحق ٹھہریں۔ صبر ہی وہ زمین ہے جس سے دعا کا مبارک پودا اگتا ہے۔

اس دنیا میں وہی شخص اللہ کو پاتا ہے جو اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کرے، اور اللہ تک اسی شخص کے الفاظ پہنچتے ہیں جس نے اپنی روح کے تاروں کو اللہ سے ملا رکھا ہو۔ اللہ سے قربت کثیف روحوں کو حاصل نہیں ہوتی۔ یہ خوش نصیبی صرف اس شخص کے لیے مقدر ہے جو اپنے اندر لطیف روح کا سرمایہ رکھتا ہو۔

دعا صرف ایک لفظی عمل نہیں۔ اپنی حقیقت کے اعتبار سے وہ ایک قلبی عمل ہے۔ قلب کے اندر جتنی زیادہ صلاحیت ابھرے گی اتنا ہی زیادہ اثر انگیز دعا آدمی کی زبان سے نکلے گی۔ اسی سے روزہ اور دعا کا ربط معلوم ہوتا ہے۔ روزہ آدمی کے قلب کی استعداد کو بڑھاتا ہے۔ اور جب قلب کی استعداد بڑھتی ہے تو اس سے جو دعا نکلتی ہے وہ بھی عام دعاؤں سے زیادہ قیمتی ہوتی ہے۔

حقیقی روزہ وہ ہے جو حقیقی دعا میں ڈھل جائے۔ جو روزہ داری کے احساسات کو آدمی کی دعا میں شامل کر دے۔

امام احمد اور امام الترمذی نے ایک روایت نقل کی ہے۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

عرضَ عليَّ ربّي ليجعلَ لي بطحاءَ مكةَ ذهبًا۔ فقلتُ لا يا ربِّ۔ ولكن اشبعُ يومًا و أجوعُ يومًا۔ فاذا جعتُ تضرّعتُ اليكَ وذكرتُكَ و اذا شبعتُ حمدتُكَ و شكرتُكَ (مشكاة المصابيح ۲/۱۴۳۳)

میرے رب نے مجھ کو یہ پیش کش کی کہ میرے لیے مکہ کی وادی کو سونا بنا دے۔ میں نے کہا کہ اے میرے رب، نہیں۔ بلکہ میں چاہتا ہوں کہ میں ایک دن کھاؤں اور ایک دن بھوکا رہوں۔ پھر جب مجھے بھوک لگے تو میں تیری طرف تضرع کروں اور تجھ کو یاد کروں اور جب میں کھاؤں تو میں تیری تعریف کروں اور تیرا شکر کروں۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حالات کے بغیر کیفیات پیدا نہیں ہوتیں۔ یہ ضروری ہے کہ آدمی کے اوپر مختلف حالات گزریں تاکہ اس کے دوران آدمی کے اندر مطلوب کیفیات پیدا ہوں۔ حالات نہیں تو کیفیات بھی نہیں۔

آدمی کو جب بھوک پیاس ستائے تو اس کو اپنے عجز کا احساس ہوتا ہے۔ اس کے اندر اللہ کی طرف جھکاؤ پیدا ہوتا ہے۔ اور پھر جب وہ پانی پیتا ہے اور کھانا کھاتا ہے تو اس کی روح کو سیری حاصل ہوتی ہے۔ اس کے دل سے شکر اور حمد کے جذبات امنڈ پڑتے ہیں۔

روزہ کا مقصد یہ ہے کہ آدمی پر بھوک پیاس کے حالات طاری کر کے اس کے اندر انابت کی کیفیت پیدا کرے۔ یہی انابت دعا کی روح ہے۔ جب آدمی کے اندر انابت ابھرتی ہے اسی وقت اس کے اندر سے وہ دعا نکلتی ہے جو سیدھی عرشِ الٰہی تک پہنچ جائے۔

روزہ اور عید

حدیث میں آیا ہے کہ روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں۔ ایک خوشی افطار کے وقت، اور ایک خوشی اس وقت جب کہ وہ اپنے رب سے ملے گا (للصائم فرحتان فرحة عند فطره و فرحة عند لقاء ربه، متفق علیہ)

روزہ میں آدمی صبح سے شام تک بھوک اور پیاس کو برداشت کرتا ہے۔ یہاں تک کہ سورج غروب ہوتا ہے اور وہ روزہ توڑ کر کھانا کھاتا ہے اور پانی پیتا ہے۔ اس وقت آدمی کی وہ حالت ہو جاتی ہے جس کے بارہ میں حدیث میں یہ الفاظ آئے ہیں: ذهب الظمأ وابتلت العروق وثبت الاجر انشاء الله تعالى (پیاس چلی گئی اور رگیں تر ہو گئیں اور اجر ثابت ہو گیا، انشاء اللہ)

روزہ اور افطار دونوں دو مختلف تجربے ہیں۔ اس اعتبار سے وہ دنیا کی اور آخرت کی تمثیل ہیں۔ دنیا میں آدمی پابندیوں اور ذمہ داریوں میں بندھا ہوا ہے۔ آخرت میں وہ خوشیوں اور لذتوں سے محظوظ ہونے کے لئے آزاد کر دیا جائے گا۔ اس طرح روزہ کا وقت گویا دنیا کی علامت ہے، اور افطار کا وقت آخرت کی علامت۔ رمضان کا مہینہ دنیا کی زندگی کو بتا رہا ہے، اور عید، جو زیادہ بڑے افطار کا دن ہے۔ آخرت کی زندگی کا تعارف کراتی ہے۔

آدمی کو چاہئے کہ رمضان کے دنوں میں جب وہ روزہ رکھے تو روزہ اس کے لئے دنیوی زندگی کی پہچان بن جائے۔ روزہ کی حالت میں اس کی نفسیات یہ ہو کہ جس طرح میں نے کھانے اور پینے سے اپنے آپ کو روکا ہے، اسی طرح مجھے خدا کی منع کی ہوئی تمام چیزوں سے رکے رہنا ہے۔ اس دنیا میں مجھے عمر بھر ایک روزہ دار زندگی گزارنا ہے۔

اس کے بعد جب شام ہو اور وہ روزہ ختم کرکے افطار کرے تو اس کا احساس یہ ہو کہ گویا وہ عالم آخرت میں پہنچ گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی مہمانی کی جا رہی ہے۔ آنسوؤں کی بارش میں وہ پکار اٹھے کہ خدایا، میں نے تیری خاطر "روزہ" رکھا، اب تو میرے لئے "افطار" کی زندگی لکھ دے۔ میں نے تیرے لئے رمضان کو پورا کیا، اب تو میرے اوپر ابدی عید کی لامحدود نعمتوں کے دروازے کھول دے۔

مومن کے لئے روزہ، دنیا کی زندگی کا تجربہ ہے اور افطار، آخرت کی زندگی کا تجربہ۔

رمضان کا مہینہ ختم ہونے کے فوراً بعد عید کا دن آتا ہے۔ یہ ترتیب بہت بامعنی ہے۔ یہ گویا مومن کی زندگی کے دو مرحلوں کا علامتی تعارف ہے۔

روزہ ہماری دنیا کی زندگی کی علامت ہے اور عید ہماری آخرت کی زندگی کی علامت۔ روزہ گویا امتحان ہے اور عید اس کا انجام۔ روزہ پابندیوں کا مرحلہ ہے اور عید آزادی کا مرحلہ۔ روزہ مشقت اور محنت کا دور ہے اور عید آرام اور خوشی کا دور۔

روزہ میں صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک کی ساری زندگی طرح طرح کی پابندیوں میں گزرتی ہے۔ یہ کرو اور وہ نہ کرو، اِس وقت کھاؤ اور اُس وقت نہ کھاؤ، کب سوؤ اور کب بستر سے اٹھ جاؤ۔ غرض پورا ایک مہینہ اس طرح گزارا جاتا ہے گویا کہ آدمی کی پوری زندگی دوسرے کے قبضہ میں ہے۔ آدمی کو اپنی مرضی پر نہیں بلکہ دوسرے کی مرضی پر چلنا ہے۔ اس طرح روزہ آدمی کو یہ سبق دیتا ہے کہ وہ دنیا میں اس طرح رہے کہ وہ اپنے آپ کو پوری طرح خدا کی نگرانی میں دئے ہوئے ہو، وہ ہر معاملہ میں خدا کے حکموں کی پابندی کر رہا ہو۔

اس طرح کے ایک پر مشقت مہینہ کے بعد عید کا دن آتا ہے۔ عید کے دن اچانک تمام حکام بدل جاتے ہیں ـــــ پہلے روزہ رکھنا فرض تھا، اب روزہ رکھنا حرام ہے۔ پہلے لازمی ضرورتوں تک پر پابندی لگی ہوئی تھی، اب کہدیا گیا کہ آزادی سے گھومو پھرو اور خوشیاں مناؤ۔ حتی کہ غریبوں کے لئے صاحب حیثیت لوگوں پر صدقہ فطر مقرر کیا گیا تاکہ وہ بھی آج کے دن کی خوشیوں سے محروم نہ رہیں۔ یہ گویا آخرت کی زندگی کی ایک تصویر ہے۔ یہ اس دن کو یاد دلاتا ہے جب کہ خدا کے سچے بندوں پر سے ہر قسم کی پابندیاں اٹھالی جائیں گی۔ وہ ابدی آرام اور ابدی خوشی کی جنتوں میں داخل کر دئے جائیں گے، خواہ آج وہ ظاہر بینوں کو کمزور اور بے قیمت کیوں نہ نظر آتے ہوں۔

حقیقت یہ ہے کہ روزہ اور عید ہماری زندگی کے دو مرحلوں کی یاد دلانے کے لئے ہیں۔ روزہ ہمیں یاد دلاتا ہے کہ دنیا کے مرحلہ میں ہمیں کس طرح رہنا ہے۔ اور عید ہم کو بتاتی ہے کہ آخرت کے آنے والے مرحلہ میں ہماری زندگی کیسی زندگی ہوگی۔ ایک دنیا کی زندگی کی ابتدائی علامت ہے اور دوسری آخرت کی زندگی کی ابتدائی علامت۔

عید الفطر

عید کا دن روزہ کے مہینہ کے فوراً بعد آتا ہے ایک مہینہ کی روزہ دارانہ زندگی گزارنے کے بعد مسلمان آزادی کے ساتھ کھاتے پیتے ہیں۔ اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے دو رکعت نماز اجتماعی طور پر پڑھتے ہیں۔ آپس میں ملتے ہیں اور خوشی مناتے ہیں۔ صدقہ و خیرات کے ذریعہ غریب لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔

یہ سب چیزیں عید کی اسپرٹ کو بتاتی ہیں۔ عید کی اسپرٹ اللہ کو یاد کرنا ہے۔ اپنی خوشیوں کے ساتھ لوگوں کی خوشیوں میں شریک ہونا ہے۔ اپنے مقصد کو حاصل کرتے ہوئے دوسروں کے حقوق ادا کرنا ہے۔ اِس بات کے لیے عمل کرنا ہے کہ خدا کی دنیا ساری انسانیت کے لیے خوشیوں کی دنیا بن جائے۔

روزہ کا مہینہ گویا تیاری اور احتساب کا مہینہ تھا۔ اِس کے بعد عید کا دن گویا نئے عزم اور نئے شعور کے ساتھ زندگی کے آغاز کا دن ہے۔ عید کا دن دوبارہ نئے حوصلوں کے ساتھ مستقبل کی طرف اپنا سفر شروع کرنے کا دن ہے۔ روزہ اگر ٹھہراؤ تھا تو عید ٹھہراؤ کے بعد آگے کی طرف اقدام۔

روزہ ایک اعتبار سے سمٹنے کا لمحہ تھا۔ اور عید ازسرِ نو پھیلنے اور آگے بڑھنے کا لمحہ۔ روزہ میں آدمی دنیا سے اور دنیا کی چیزوں سے ایک محدود مدت کے لیے کٹ گیا تھا۔ حتیٰ کہ اس نے اپنی فطری ضرورتوں تک پر پابندی لگا دی تھی۔ یہ دراصل تیاری کا وقفہ تھا۔

اِس کا مقصد یہ تھا کہ وہ باہر دیکھنے کے بجائے اپنے اندر کی طرف دھیان دے۔ وہ اپنے آپ میں وہ ضروری اوصاف پیدا کرے جو زندگی کی جد و جہد کے دوران اس کے لیے ضروری ہیں اور جن کے بغیر وہ کارو بارِ حیات میں مفید طور پر اپنا حصہ ادا نہیں کرسکتا۔ مثلاً صبر و برداشت، اپنی واجبی حد کے اندر رہنا، منفی نفسیات سے اپنے آپ کو بچانا۔ اس قسم کا ایک پُرمشقت تربیتی مہینہ گزار کر وہ دوبارہ زندگی کے میدان میں واپس آیا ہے اور عید کے تیوہار کی صورت میں وہ اپنی زندگی کے اِس نئے دور کا افتتاح کر رہا ہے۔

اِس طرح عید کا دن مسلمانوں کے لیے آغازِ حیات کا دن ہے۔ روزہ نے آدمی کے اندر جو اعلیٰ صفات پیدا کی ہیں، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اب وہ سماج کا زیادہ بہتر ممبر بن جاتا ہے۔ اب وہ اپنے لیے بھی پہلے سے بہتر انسان ہوتا ہے اور دوسروں کے لیے بھی پہلے سے بہتر انسان۔

روزہ میں آدمی نے بھوک پیاس برداشت کی تھی، اب باہر آکر وہ لوگوں کی طرف سے پیش آنے والی ناخوشگواریوں کو برداشت کرتا ہے۔ روزہ میں اس نے اپنے سونے اور جاگنے کے معمولات کو بدلا تھا، اب وہ وسیع تر انسانی مفاد کے لیے اپنی خواہشوں کو قربان کرتا ہے۔ روزہ میں اس نے عام دنوں سے زیادہ خرچ کیا تھا، اب باہر آکر وہ اپنے واقعی حق سے زیادہ لوگوں کو دینے کی کوشش کرتا ہے۔ روزہ میں وہ بندوں سے کٹ کر خدا کی طرف متوجہ ہوا تھا، اب باہر آکر وہ سطحی چیزوں میں الجھنے کے بجائے بلند مقصد کے لیے متحرک ہوتا ہے۔ روزہ میں وہ اپنی خواہش کو روکنے پر راضی ہوا تھا، اب باہر کی دنیا میں وہ یہ کرتا ہے کہ وہ اپنے حقوق سے زیادہ اپنی ذمہ داریوں پر نظر رکھنے والا بن جاتا ہے۔

روزہ سال کے ایک مہینہ کا معاملہ تھا تو عید سال کے گیارہ مہینہ کی علامت ہے۔ روزہ میں صبر، عبادت، تلاوتِ قرآن اور ذکرِ الٰہی کے مشاغل تھے، اب عید سے جدوجہد حیات کا مرحلہ شروع ہوتا ہے۔ روزہ اگر انفرادی سطح پر زندگی کا تجربہ تھا تو عید اجتماعی سطح پر زندگی میں شریک ہونا ہے۔ روزہ اگر اپنے آپ کو خدا کے نور سے منور کرنے کا وقفہ تھا تو عید گویا ساری دنیا میں اس روشنی کو پھیلانے کا اقدام ہے۔ روزہ اگر رات کی تنہائیوں کا عمل تھا تو عید، دن کے ہنگاموں کی طرف صحت مند پیش قدمی ہے۔

روزہ جس طرح محض بھوک پیاس نہیں، اسی طرح عید محض کھیل تماشے کا نام نہیں۔ دونوں کے ظاہر کے پیچھے گہری معنویت چھپی ہوئی ہے۔ روزہ وقتی طور پر عالم مادی سے کٹنا اور عید دوبارہ عالم مادی میں واپس آجانا ہے۔ روزہ اللہ سے قربت حاصل کرنے کی کوشش ہے، اور عید اس نئے زیادہ بہتر سال کا آغاز ہے جو روزہ کے بعد روزہ داروں کے لئے مقدر کیا گیا ہے۔

عید دراصل نئی زندگی شروع کرنے کا دن ہے۔ عید کا پیغام ہے کہ مسلمان نئی ایمانی قوت اور نئے امکانات کی روشنی میں از سرِ نو زندگی کی جدوجہد میں داخل ہوں۔ ان کا سینہ خدا کے نور سے روشن ہو۔ ان کی مسجدیں خدا کے ذکر سے آباد ہوں۔ ان کے گھر تواضع کے گھر بن جائیں۔ سارے مسلمان متحد ہو کر وہ جدوجہد شروع کریں جس کے نتیجہ میں انھیں دنیا میں خدا کی نصرت ملے اور آخرت میں خدا کی جنت۔

آغازِ حیات کا دن

اسلامی شریعت میں رمضان کا مہینہ روزہ کا مہینہ ہے۔ اور اس کے بعد یکم شوال کو عید کا دن قرار دیا گیا ہے۔ عید کے دن مسلمان اسلامی حدود کے اندر خوشی مناتے ہیں۔ تاہم یہ سادہ معنوں میں صرف خوشی کا دن نہیں ہے۔ یہ اہل اسلام کی زندگی کے لیے نئے آغاز کا دن ہے۔

حدیث میں عید کو لیلۃ الجائزہ (انعام کی رات) کہا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ روزہ کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کا امتحان لیا۔ جو لوگ اس نازک امتحان میں پورے اترے، ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے امتحان کے مہینہ کے فوراً بعد انعام کا دن رکھ دیا۔ روزہ گویا مومن کے لیے دنیا کی پُر مشقت زندگی کی تمثیل ہے، اور عید مومن کے لیے آخرت کے راحت و مسرت کے دن کی تمثیل۔

اہل ایمان کے لیے خوشی اور کامیابی کا دن ابدی طور پر آخرت میں آئے گا۔ مگر ابتدائی طور پر وہ اسی دنیا سے شروع ہو جاتا ہے۔ اور عید کا دن اسی حقیقت کو بتانے کے لیے علامتی طور پر مقرر کیا گیا ہے۔

عید آغازِ حیات کا دن ہے۔ روزہ کا مہینہ احتساب کا مہینہ ہے۔ اور عید کا دن اس کے بعد نئے حوصلوں کے ساتھ مستقبل کی طرف اپنا سفر شروع کرنے کا دن۔

روزہ کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی دنیا سے اور دنیا کی چیزوں سے ایک محدود مدت کے لیے کٹ کر اللہ کی طرف متوجہ ہو جائے۔ حتیٰ کہ اپنی فطری ضروریات تک میں کمی کر دے۔ رمضان کا اعتکاف اسی کی انتہائی صورت ہے جب کہ بندہ ماسوا سے قطع تعلق کر کے خدا کے گھر میں آکر پڑ جاتا ہے۔ اس کا مطلب لوگوں کو رہبان بنانا نہیں ہے۔ یہ "حساب کیے جانے سے پہلے اپنا حساب کر لو" کا ایک وقتی لمحہ ہے تاکہ مستقل زندگی کے لیے لوگوں کو تیار کیا جائے۔

عید کا دن اس وقتی لمحہ کا خاتمہ ہے جب کہ مسلمان نئے شعور اور نئی قوت عمل کے ساتھ از سرِ نو زندگی کے میدان میں داخل ہوتا ہے۔ تزکیۂ نفس اور صبر اور تعلق باللہ کا جو سرمایہ اس نے روزہ کے ذریعہ پایا ہے، اس کو ساری زندگی میں پھیلانے کے لیے دوبارہ وہ دنیا کے ہنگاموں میں واپس آجاتا ہے۔

روزہ وقتی طور پر عالم مادی سے کٹنا اور عید دوبارہ عالم مادی میں لوٹ آنا ہے۔ روزہ جس طرح محض بھوک پیاس نہیں ہے۔ اسی طرح عید محض کھیل تماشے کا نام نہیں ہے۔ روزہ اللہ سے قربت حاصل کرنے کی کوشش ہے اور عید اس نئے بہتر سال کا آغاز ہے جو روزہ کے بعد روزہ داروں کے لیے مقدر کیا گیا ہے۔

آئیے ہم عید سے اپنی نئی زندگی شروع کریں۔ عید کے دن کو اپنی دینی و ملی تعمیر کے آغاز کا دن بنائیں۔ آج ہم نئی ایمانی قوت اور نئے عملی حوصلہ کے ساتھ زندگی کی جدوجہد میں داخل ہوں۔ ہمارا سینہ خدا کے نور سے روشن ہو۔ ہماری مسجدیں خدا کے ذکر سے آباد ہوں۔ ہمارے گھر تقویٰ اور تواضع کے گھر بن جائیں۔ اللہ کے لیے ہم سب ایک ہو کر وہ جدوجہد شروع کریں جس کے نتیجہ میں ہم کو دنیا میں اللہ کی نصرت ملتی ہے اور آخرت میں اللہ کی جنت۔

روزہ کے بعد عید کا آنا روزہ داروں کے لیے خوش خبری ہے۔ یہ اللہ کی طرف سے اعلان ہے کہ اگر ہم نے روزہ کی اسپرٹ کو زندگی میں استعمال کیا تو ہم دونوں جہان کی خوشیوں سے ہم کنار ہوں گے۔

عید ایک خوش خبری ہے۔ اس بات کی خوش خبری کہ ہم خوشی کو پا سکتے ہیں۔ ہم خوشی کی طرف بڑھ رہے ہیں، ہم خوشی کے کنارے پہنچ گئے ہیں۔ مگر منزل تک پہنچنے کے لیے ابھی ہم کو ایک جست لگانا ہے۔ روزہ نے صبر اور تعلق باللہ کی جو طاقت دی ہے اس کو بھرپور استعمال کیجئے۔ اور اس کے بعد آپ کامیابی کی آخری منزل پر ہوں گے۔

عید کا دن مسلمانوں کی خوشی کا دن ہے۔ مگر جب خوشی کے حالات نہ ہوں تو عید کا دن عہد کا دن ہوتا ہے۔

آئیے ہم سب مل کر عہد کریں کہ ہم سچے مسلمان بنیں گے۔ ہم مستقبل کی تعمیر کے لیے جدوجہد کریں گے۔ یہاں تک کہ ہم اپنے عید کے دن کو خوشی کا دن بنا سکیں۔

رویت ہلال

سورج کے گرد زمین کی ایک گردش کی مدت کا نام سال ہے اور زمین کے گرد چاند کی ایک گردش کی مدت کا نام مہینہ۔ کسی مہینہ کا آغاز اور اس کا خاتمہ کیلنڈر کے ذریعہ متعین کیا جاتا ہے۔ تمام کیلنڈر سسٹم سورج یا چاند کی حرکت پر مبنی ہوتے ہیں۔ یہ دونوں آسمانی اجسام گویا وقت گزرنے کے قدرتی نشانات (natural markers) ہیں۔ سورج کے گرد زمین کی حرکت کو بنیاد بنا کر تیار کیے جانے والے کیلنڈر کو شمسی کیلنڈر (solar calendar) کہا جاتا ہے۔ اور زمین کے گرد چاند کی گردش کو بنیاد بنا کر تیار کیے جانے والے کیلنڈر کو قمری کیلنڈر (lunar calendar)

گردش کے مقررہ نظام کے مطابق شمسی سال اور قمری سال دونوں برابر نہیں ہیں۔ شمسی سال تقریباً ۳۶۵ دن کا ہوتا ہے۔ اور قمری سال (چاند کے بارہ مہینے) تقریباً ۳۵۴ دن کا۔ اس طرح شمسی سال کے مقابلہ میں قمری سال تقریباً گیارہ دن کم ہوتا ہے۔ اس کی وجہ سے دونوں کے کیلنڈر میں تقابلی مسائل پیدا ہوتے ہیں۔

اسلام کے سوا دوسرے تمام مذہبی یا تہذیبی نظاموں میں اس فرق کو اضافہ (intercalation) کے ذریعہ پورا کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر، یہودی مذہب کی تاریخیں بھی قمری مہینوں پر مبنی ہیں۔ مگر وہ لوگ اپنے کیلنڈر میں ہر ۱۹ سال میں ایک تیرھویں مہینہ کا اضافہ کر لیتے ہیں۔ اس طرح وہ اپنے قمری کیلنڈر کو شمسی کیلنڈر کے برابر کرتے رہتے ہیں۔ مگر اسلام کی دینی تاریخوں میں یہ طریقہ اختیار نہیں کیا گیا ہے۔

چاند دیکھنے کی اہمیت

اسلامی شریعت میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ رمضان کے مہینہ کا پہلا چاند (new moon) دیکھ کر روزہ رکھو، اور شوال کے مہینہ کا پہلا چاند دیکھ کر روزہ ختم کردو اور عید کا دن مناؤ۔ حدیث کی تمام کتابوں میں اس کے بارہ میں روایات آئی ہیں اور ان سب میں "رویت" کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ فرمایا گیا ہے کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو (صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ)

صحیح مسلم (کتاب الصوم) کا ایک باب ان الفاظ میں ہے : باب وجوب صوم رمضان لرؤیۃ الھلال والفطر لرؤیۃ الھلال۔ اس باب کے تحت ایک روایت یہ ہے :

عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ ذکر رمضان وقال لاتصوموا حتی تروا الھلال ولاتفطروا حتی تروہ فان اغمی علیکم فاقدروا لہ۔

حضرت عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کا ذکر کیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ تم روزہ نہ رکھو جب تک تم چاند نہ دیکھ لو اور تم افطار نہ کرو جب تک چاند نہ دیکھ لو۔ پھر اگر بادل آجائے تو تم تیس دن پورا کرلو۔

ان حدیثوں کے الفاظ بتاتے ہیں کہ آغاز رمضان اور عید دونوں کا انحصار رویت ہلال پر ہے۔ جس چیز کو رویت (چاند دیکھنا) کہا جاتا ہے وہ فلکیاتی اعتبار سے اس کا نام ہے کہ چاند کا ایک حصہ زمین کے مغربی افق کے اوپر آجائے۔ ہر مہینہ کی ۲۹ تاریخ کو لازماً ایسا ہوتا ہے۔ چاند اگر افق سے ۸ ڈگری اوپر ہو تو وہ بہ شکل ہلال دکھائی دے گا۔ اگر اس سے نیچے ہو تو وہ دکھائی نہیں دے گا۔ جب چاند اس طرح دکھائی دے جائے تو مہینہ ۲۹ دن کا ہوتا ہے اور جب دکھائی نہ دے تو مہینہ ۳۰ دن کا شمار کیا جاتا ہے۔

تاہم یہ عدم یقینیت آنکھ سے دیکھنے کی صورت میں ہے، وہ رصد گاہی مطالعہ کے لیے نہیں ہے۔ آنکھ سے دیکھنے والے شخص کو پیشگی طور پر یہ معلوم نہیں ہوتا کہ آج چاند نظر آئے گا یا نظر نہیں آئے گا لیکن جدید فلکیاتی مشاہدہ اور جدید فلکیاتی حساب کی رو سے پیشگی طور پر یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ آج چاند کی پوزیشن کیا ہے۔ اس کے نظر آنے کا امکان بھی حساب (CALCULATIONS) کے ذریعہ معلوم ہوجاتا ہے اور نظر نہ آنے کے امکان کا بھی پتہ چل جاتا ہے۔

موجودہ زمانہ مشینی زمانہ ہے۔ موجودہ زمانہ میں ہر معاملہ میں تعینات کو پسند کیا جاتا ہے۔ اس لیے کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ جب جدید علم الافلاک کے ذریعہ یہ ممکن ہوگیا ہے کہ پورے سال کے لیے چاند کی پوزیشن پیشگی طور پر معلوم کرلی جائے تو کیوں نہ ایسا کیا جائے کہ شمسی کیلنڈر کی طرح قمری کیلنڈر بنا کر اس کے مطابق روزہ اور عید کے دنوں کا تعین کیا جائے۔ ان کے خیال کے مطابق، ہم کو چاہیے کہ ہم ہلال کے مسئلہ کا فیصلہ انسانی رویت پر منحصر نہ کریں بلکہ اس کو رصد گاہی رویت پر مبنی قرار

دیں۔ اس طرح ہم سائنسی دور کے مطابق ہو جائیں گے۔

مگر یہ رائے درست نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ روزہ کوئی مشینی عمل نہیں۔ وہ ایک نفسیاتی عمل ہے۔ شریعت میں ہر عبادت کے لیے اور اسی طرح روزہ کے لیے یہ مطلوب ہے کہ آدمی جب روزہ رکھے تو اسی کے ساتھ وہ اپنی کیفیات کو بھی اس کے ساتھ شامل کرے۔ اس کا روزہ ایک نفسیاتی واقعہ ہونا چاہیے نہ کہ محض ایک خشک مشینی واقعہ۔

جب شعبان کی ۲۹ تاریخ آتی ہے تو شام کو مسلمان باہر نکل کر افق کی طرف دیکھنے لگتے ہیں۔ یہ گویا روزہ داروں کے ساتھ آسمانی ربط قائم ہونا ہے۔ اوپر کی طرف وہ اپنی نگاہیں اٹھا کر گویا یہ جاننا چاہتے ہیں کیا ان کے بارہ میں خدا کا یہ حکم آگیا ہے کہ آج سے ایک مہینہ تک وہ روزہ داری کی زندگی گزاریں۔ یہ روزہ داروں کے لیے ایک لطیف نفسیاتی لمحہ ہوتا ہے جو رویت ہلال کے لیے کیلنڈر کو بنیاد بنانے کی صورت میں کبھی پیدا نہیں ہو سکتا۔

رویت ہلال کا یہ پہلو ان روایتوں کے ذریعہ بخوبی طور پر سمجھ میں آجاتا ہے جو نیا چاند دیکھنے کے بارہ میں ہیں اور جن میں بتایا گیا ہے کہ نیا چاند دیکھنے کے بعد کس قسم کے الفاظ سے اس کا استقبال کرنا چاہیے۔ اس سلسلہ میں کچھ دعائیں یہ ہیں :

اَللّٰھُمَّ اَھِلَّہُ عَلَیْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِیْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ رَبِّیْ وَرَبُّكَ اللّٰہُ	اے اللہ، تو اس کو ہمارے اوپر امن اور ایمان اور سلامتی اور اسلام کے ساتھ نکال۔ (اے چاند) اللہ ہی میرا رب ہے اور اللہ ہی تیرا رب ہے۔
آمَنْتُ بِاللّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَكَ	میں اللہ پر ایمان لایا جس نے تجھ کو پیدا کیا ہے۔
اَللّٰہُ اَکْبَرُ، ھِلَالُ خَیْرٍ وَرُشْدٍ	اللہ اکبر، بھلائی کا چاند اور ہدایت کا چاند۔

ان دعاؤں میں جو ربانی احساسات جھلک رہے ہیں وہ کیلنڈر کی "خبر" کو جان کر کبھی پیدا نہیں ہو سکتے۔ یہ قیمتی احساسات تو اسی انسان کے اندر پیدا ہوں گے جو چاند کے دن متحرک ہو اور پھر اپنی آنکھوں سے آسمان پر نئے چاند کو دیکھنے کا تجربہ کرے۔ اس عملی تجربہ کے بعد ہی کسی کے سینہ سے مذکورہ دعائیں ابل سکتی ہیں نہ کہ محض کیلنڈر کی خبر سے۔

ان دعاؤں کے الفاظ پر غور کیجئے۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک صاحب ایمان نے جب نئے چاند

کو دیکھا تو وہ بے اختیار اس اللہ کی طرف متوجہ ہو گیا جو چاند کے اس نظام کو بنانے والا اور چلانے والا ہے۔ وہ کہہ اٹھا کہ خدایا، تو اس آنے والے مہینہ کو ہر قسم کی برکتوں کے حصول کا مہینہ بنا دے۔

چاند کو دیکھ کر یہ اعتراف کا کلمہ اس کی زبان سے نکل پڑا کہ جو میرا خالق ہے وہی چاند کا خالق بھی ہے۔ دونوں ایک خدا کے بندے ہیں اور دونوں کو ایک ہی خدا کے حکم کی پیروی کرتے ہوئے اپنا فریضہ ادا کرنا ہے۔

چاند کی صورت میں اس کو آسمان میں خدا کی قدرت کا ایک کھلا ہوا نشان نظر آجاتا ہے۔ وہ اپنے ایمان کو تازہ کرتے ہوئے از سر نو یہ کہہ پڑتا ہے کہ میں اس خدا پر ایمان لاتا ہوں جس نے تجھ کو بنایا اور فضا میں تیری گردش کا نظام قائم کیا۔

اس فلکیاتی مشاہدہ میں اس کو خدا کی عظمت و کبریائی عیاناً دکھائی دینے لگتی ہے۔ وہ عبدیت کے احساسات سے سرشار ہو کر پکار اٹھتا ہے کہ اس نئے چاند کے ذریعہ شروع ہونے والا مہینہ میرے لیے خیر کا مہینہ بن جائے۔ وہ ساری انسانیت کے لیے ہدایت کے دروازے کھولنے والا ثابت ہو۔

آمد رمضان کے تعین کے لیے کیلنڈر کے بجائے رویت ہلال کو بنیاد بنانا گویا تاریخ میں نفسیات کو شامل کرنا ہے۔ یہ خبر میں مشاہدہ کا اضافہ کرنا ہے۔ یہ ایک حسابی واقعہ کو کیفیاتی واقعہ بنا دینا ہے۔

اس معاملہ کو مشاہداتی وسیلہ (visual aids) کی مثال سے سمجھا جاسکتا ہے۔ موجودہ زمانہ میں ٹی وی کی ایجاد نے ایک نیا طریقہ پیدا کیا ہے۔ ایک ٹیچر طالب علموں سے اپنی بات بتاتے ہوئے متحرک تصویروں کے ذریعہ اسکرین پر اس کا مظاہرہ کرتا ہے۔ اس کو سمعی بصری تعلیم (audio-visual education) کہا جاتا ہے۔ صنعت کار اپنے سامان کا اشتہار ٹی وی پر دیتے ہیں جس کو سمعی بصری اشتہار (audio-visual advertisement) کہتے ہیں۔ اسی طرح رویت ہلال کے معاملہ میں آنکھ سے دیکھنے کا طریقہ استعمال کرنا گویا نئے چاند کی خبر کے ساتھ اس میں مشاہداتی تاثیر (visual effect) کا عنصر شامل کرنا ہے۔ یہ ایک خاموش کاغذی اطلاع کو با تصویر آسمانی اعلان بنا دینا ہے۔

کیلنڈر صرف رمضان کی آمد کی خبر دیتا ہے، جب کہ رویت ہلال کا طریقہ رمضان کی آمد کو مشاہداتی واقعہ کے روپ میں دکھاتا ہے۔ دونوں میں وہی فرق ہے جو اقوام متحدہ کے ایک اجلاس کو اخبار میں پڑھنے اور اس کو ٹیلی وژن اسکرین پر دیکھنے میں ہوتا ہے۔